مشمولات

پیغام

داعی کا قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ سے تعلق ضروری

از: مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

قرآنِ مقدس سارے انسانوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے۔اس کتابِ انقلاب نے کروڑوں لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور اسی کتاب نے بہت سارے دعاۃ و مصلحین کی دعوت و اصلاح کو مؤثر بنایا۔رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک جتنے بھی مصلحین قوم وملت تشریف لائے سب کا تعلق قرآن اور صاحبِ قرآن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مضبوط رہا اس لیے کہ مکرِ شیطان اور نفس کی شرارتوں سے چھٹکارہ پانا آسان نہیں جب تک کہ کوئی مضبوط اور طاقت ور وسیلہ ہمارے پاس نہ ہو۔ہماری نیک بختی ہے کہ ہمارے پاس قرآنِ کریم ایسا طاقت ور وسیلہ ہے جو شیطان کے مکروفریب سے ہمیں بچاتا ہے یہی وجہ ہے کہ داعیِ اعظم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اللہ رب العزت نے تلاوتِ قرآنِ مقدس کا حکم دیا اور تزکیۂ قلوبِ انسانی کے لیے اس کی تلاوت کو مقدم رکھا جیسا کہ قرآنِ مقدس میں فرمایا گیا: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ. ترجمہ: جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔(کنزالایمان)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تعمیر کعبہ کے وقت آخری نبی کی بعثت کے لیے جب دعا کی تو یہی کہا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ. ترجمہ: اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب پر پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے۔بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔(کنزالایمان)

یاد رکھیں اس کتاب کا سب سے پہلا تقاضا یہی ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اسے مضبوطی سے تھاما جائے، روزانہ اس کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے مطالبات کو پورا کیا جائے، اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کیا جائے اور کنزالایمان شریف سے اس کا ترجمہ پڑھا جائے۔ایک اہم بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اس کتابِ انقلاب کو صرف ثواب کی نیت سے نہ پڑھا جائے۔مسلمانوں کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج قرآن کو صرف تلاوت تک محدود کر دیا گیا ہے گھر میں کسی کا انتقال ہو گیا تو ایصالِ ثواب کے لیے قرآن کھول کر بیٹھ گئے رمضان شریف کا بابرکت مہینہ آیا تو حصولِ ثواب کی نیت سے ختم قرآن کر لیا۔ میرے عزیزو! مجھے بتاؤ کہ کیا قرآن صرف حصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب کے لیے ہے؟ بلاشبہ قرآنِ مقدس سے یہ ساری چیزیں حاصل ہوتی ہیں مگر نزولِ قرآن کا مقصد اس سے بھی بہت بلند و بالا ہے۔قرآن تو انسانی زندگی کا منشور ہے اس میں ہر مرض کا علاج موجود ہے اس لیے اس سے تعلق مضبوط کر کے حتی الامکان عمل کیا جائے۔خود اللہ عزوجل نے قرآنِ مقدس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (سورۂ مریم:۱۲) ترجمہ: اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام۔(کنزالایمان)

پیغمبرِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ترجمہ: مضبوط تھامے رہو اسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔(کنزالایمان)

مذکورہ آیتوں کے ذریعے تمسک بالقرآن کی عظمت اجاگر ہوتی ہے۔اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے والا گمراہی سے بچ جاتا ہے اور منزلِ مقصود پالیتا ہے۔ یاد رکھیں کہ خود صاحبِ قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس کتاب کی تلاوت فرماتے، خوش الحان قاری سے اس کی تلاوت سنتے بھی تھے اور اس کے اسرار و رموز سے صحابۂ کرام کو آگاہ بھی فرماتے تھے اور اس کتاب پر عمل اور تلاوت کا اتنا شوق دلاتے کہ شاید ہی کوئی گھر بلکہ کوئی دل ایسا ہوتا جہاں قرآنِ مقدس کا کوئی حصہ موجود نہ ہوتا۔قرآن سے تعلق ہی کی برکت تھی کہ اللہ رب العزت نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زبان میں تاثیر رکھ دی تھی اور لوگوں کی زندگی میں انقلاب پیدا فرما دیا تھا۔آج تک جتنے بھی کامیاب داعیانِ اسلام تشریف لائے چاہے وہ غوثِ اعظم ہوں یا مفتیِ اعظم ہوں سب کی زندگی اسی پر عمل کرنے میں گزری ہے۔آج ہماری دعوت و تبلیغ میں اثر اندازی اس لیے نہیں ہے کہ ہم قرآنی آیات کے بجائے اپنی تقریروں میں حکایات، واقعات اور لطائف سے سامعین کا دل موہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اس سے سامعین تو وقتی طور پر خوش ہو جاتے ہیں لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔دعوت و تبلیغ میں اگر اثر پذیری لانی ہے تو خود کو قرآن شریف سے قریب کرنا ہوگا اور اسی کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی ہوگی۔

میری گزارش بس اتنی ہے کہ ہم قرآنِ مقدس اور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور اسی کی روشنی میں لوگوں کی اصلاح کریں اور خود کی بھی اصلاح کی کوشش کریں۔اللہ رب العزت ضرور کامیابی عطا فرمائے گا اور محنت کا اجر بھی دے گا۔ان شاء اللہ

﴾......﴿

اداریہ

قضیۂ فلسطین: امریکہ خاموش کیوں ہے؟

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

دنیا کے نقشے پر صہیونی ریاست اسرائیل تقریباً نصف صدی کی تمام تر دہشت گردانہ کارروائیوں کی سرخیل کہی جاسکتی ہے۔ اپنے زمانۂ قیام سے آج تک مشرقِ وسطیٰ میں جس نے ریکارڈ توڑ فضائی آلودگی کو جنم دیا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کی شہ اور خاموش حمایت و امداد کی بدولت یہودیوں نے نہ صرف ایک وسیع و عریض خطے پر اپنی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کر لی بلکہ پوری دریادلی، جبر و تشدد، ڈھٹائی اور ظالمانہ طرز عمل کے ذریعہ ریاست فلسطین کے علاقے غصب کرنے پر آمادہ ہے اور بھرپور جد و جہد کر رہی ہے، ذرا حقیقت پسندانہ تجزیہ کر لیں تو صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ اب خود ریاست فلسطین کا وجود خطرے میں ہے اور دنیا اس بات کا انتظار کر رہی ہے کہ اسرائیل ریاست فلسطین کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟

۲۰ رویں صدی کے آغاز میں یہودی فلسطین میں بس رہے تھے تو اس وقت عالمی مؤثر کن طاقتیں ان کی پشت پناہی کر رہی تھیں جب کہ مقامی آبادی اس کی مخالفت پر کمربستہ تھی۔ اس وقت عربوں اور یہودیوں کے مابین متعدد فسادات رونما ہوئے۔ ادھر دوسری عالمی جنگ بھی شروع ہو چکی تھی، جنگ ختم ہوئی اور اقوام متحدہ کی بنیاد پڑی تو وقت کو طول دیے بغیر اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی اجازت دے دی جس میں ۵۶ ر فی صد یہودیوں کو دیا گیا اور بقیہ فلسطینی عربوں کے حصے میں آیا۔ مغربی طاقتوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا لیکن عرب رہنما اسے رد کرتے رہے مگر اسرائیل نے عالمی طاقتوں کے اشارے کو دیکھتے ہوئے ۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء کو اپنی خود مختاری کا بھی اعلان کر دیا اس پر مصر، لبنان، شام، اردن اور عراق میدان میں سامنے آگئے لیکن عالمی طاقتوں کی خاموش حمایت نے اسرائیل کو پھلنے پھولنے کا کافی موقع دیا اور آج اسرائیل جو کچھ ہے امریکہ اور اتحادی ممالک کی پشت پناہی اور غیر معمولی معاونت کی بدولت ہے اور اپنا وجود مستحکم کر رہا ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ جب مصر کے سابق صدر حسنی مبارک کی مداخلت کے سبب فلسطینی رہنما یاسر عرفات نے ۱۹۷۸ء میں اسرائیل کو تسلیم کرتے ہوئے امریکہ میں کیمپ ڈیوڈ معاہدہ پر دستخط کیے تھے تو دنیا بھر میں یاسر عرفات کو ایک بڑے قد آور رہنما کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، زندگی کے آخری دنوں میں جب یاسر عرفات نے فلسطینی عوام کے حقوق کی باتیں کیں تو انہیں کس طرح بے یار و مددگار مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا وہ بھی سامنے ہے، ان کے بعد ۲۰۰۴ء سے اب تک محمود عباس کو شو بوائے کے طور پر استعمال کر کے اسرائیل کو مزید مستحکم کیا گیا ہے اور اب بھی فلسطینی اتھارٹی امریکہ اسرائیل اور اتحادیوں کا مہرہ بنی دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہی ہے اور دنیا کے روبرو جھوٹا پروپیگنڈہ فلسطینی عوام کے حقوق کے تحفظ اور ریاست کے استحکام و ترقی کے نام پر کر رہی ہے۔

امن مذاکرت کے نام پر: آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ گزشتہ دنوں قطر سے نشر ہونے والے عربی نیوز چینل ''الجزیرہ'' اور لندن سے شائع ہونے والے اخبار ''گارجین'' کے ذریعہ ایسے دستاویز افشا کیے گئے ہیں جن کے مطابق فلسطینی مذاکرات کار احمد قریع نے ۲۰۰۸ء میں نجی طور پر اسرائیلی مذاکرات کاروں کو پیش کش کی تھی کہ وہ جبل الہیکل میں قائم یہودی بستی کے علاوہ تمام یہودی بستیوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

الجزیرہ کا کہنا ہے کہ وہ مزید سیکڑوں دستاویزات کو بھی منظر عام پر لائے گا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلسطینی اتھارٹی نے فلسطینی مہاجرین کی واپسی کے حوالے سے بھی اسرائیل کو رعایتیں دینے کی پیش کش کی۔

چند ہی دنوں میں قطری ٹیلی ویژن چینل الجزیرہ نے تازہ خفیہ مراسلہ بھی جاری کر دیا، جس کے مطابق گزشتہ برس جب اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کی جانب سے غزہ جنگ کے بارے میں گولڈ اسٹون رپورٹ سامنے آئی تو اسرائیل کو اس پر شدید تشویش ہوئی تاہم فلسطینی صدر محمود عباس نے امریکہ اور اسرائیل کی اس تشویش کو یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ وہ تل ابیب کے ساتھ امن مذاکرات کی بحالی کے بدلے میں غزہ جنگ کے ۱۵۰۰ر فلسطینی شہدا کا خون معاف کرنے کو تیار ہیں۔

واضح رہے کہ محمود عباس جنہیں یاسر عرفات کے بعد نومبر ۲۰۰۴ء میں فلسطینی لبریشن آرگنائزیشن کا صدر چنا گیا اور ۱۵ر جنوری ۲۰۰۵ء میں الفتح

کے نمائندہ کے طور پر فلسطینی قومی اتھارٹی کے صدر بنے، امریکہ کی سرپرستی میں مشرق وسطیٰ امن مذاکرات میں محمود عباس ہی فلسطین کی نمائندگی کرتے رہے ہیں، جب کہ غزہ میں جمہوری طریقے سے منتخب حماس کی حکومت ہے جس کے وزیر اعظم اسماعیل ہانیہ ہیں، جسے مغربی حکومتیں دہشت گردی کا الزام لگاتے ہوئے تسلیم نہیں کرتیں، لبنان میں حزب اللہ کے سیاسی طور پر مزید مستحکم ہو جانے سے امریکہ و اسرائیل کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں کیوں کہ ۲۰۰۰ء میں حزب اللہ ہی نے اسرائیل کو جنوبی لبنان سے انخلا کے لیے مجبور کیا تھا اور ۲۰۰۶ء جنگ میں اسرائیل کو ذلت آمیز شکست دی تھی۔

مسئلہ دراصل یہ ہے کہ حزب اللہ ہو یا حماس دونوں ہی تنظیموں نے اسرائیل کو ان ہی کی زبان میں جواب دینے کی جرأت کی ہے اس لیے اسرائیل حزب اللہ اور حماس دونوں ہی کو اپنے لیے خطرہ بتا رہا ہے اور انہیں کچلنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اپنا رہا ہے تاکہ ۲۰۰۶ء کی تاریخ پھر دہرائی نہ جائے جب کہ فلسطینی اتھارٹی، محمود عباس تو پورے طور پر اسرائیل و امریکہ سے ساز باز میں لگے ہوئے ہیں اور فلسطینی عوام کے خون کے بدلے ڈالر وصول رہے ہیں۔

لگے ہاتھوں ایک خبر اور پڑھ لیجئے تاکہ محمود عباس حکومت کا شاطرانہ رویہ اور بہروپ سامنے آجائے۔

۱۶ر فروری ۲۰۱۱ء روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی میں شائع شدہ خبر کے مطابق فلسطین میں متنازعہ صدر محمود عباس نے اسرائیل کو فلسطینی مزاحمت کاروں کے ہاتھوں واصل جہنم ہونے والے یہودیوں کے لواحقین کو ہرجانے ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

محمود عباس کو وہ ہزاروں فلسطینی شہدا کیوں یاد نہ رہے جو صیہونی فوج کی سفاکیت کا نشانہ بنائے گئے اور انہیں نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا، کہیں وہ اسرائیل کو رعایتیں دینے پر آمادہ ہیں، کہیں وہ غزہ جنگ کے پندرہ سو شہدا کا خون معاف کر رہے ہیں اور کہیں دہشت گرد یہودیوں کی ہلاکت پر فلسطینی اتھارٹی کی جانب سے ہرجانہ ادا کر رہے ہیں؟ کیا یہ حقوق کی بحالی کی کوشش ہے؟ کیا اسی سے مقبوضہ فلسطین اسرائیل کے دست برد سے آزاد ہوگا، یا اس میں در پردہ اسرائیل نوازی کی خوبو شامل ہے اور بیت المقدس کی پاکیزہ سرزمین وعمارت کا صیہونیت کے ہاتھوں مسماری کا عندیہ ظاہر کرنا ہے؟ اگر فلسطینی اتھارٹی نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لیے اور امریکہ کی تملق وچاپلوسی میں مزید کوئی سرگرمی دکھائی اور فلسطینی تقدس کا سودا کرنا ترک نہ کیا تو وہ دن دور نہیں جب امریکہ اپنی پرانی پالیسی ''شہد دکھائے زہر پلائے'' پر آمادہ ہو کر انہیں تڑپ تڑپ کر مرنے پر مجبور کر دے گا۔

مقبوضہ فلسطین میں اسرائیل کی جارحیت: اپنے آغاز قیام ہی سے اسرائیل فلسطینی ریاست، مسلمان اور بیت المقدس کے خلاف انتہائی ظالمانہ رویہ اپنائے ہوئے ہے، مختلف علاقوں میں چھاپہ مار کاروائیاں، مقبوضہ بیت المقدس میں یہودی آبادیوں کی تعمیرات، مسجد اقصیٰ کے نیچے بڑے پیمانے پر کھدائیاں، غزہ کا محاصرہ، خطوں پر ناجائز تسلط وقبضہ جات، بچوں، عورتوں کا اغوا، جنسی زیادتی اور قتل عام اور وحشیانہ تشدد، بے جا گرفتاریاں، دہشت گردانہ کارروائیاں، ان تمام اُمور میں اسرائیل آزادانہ طور پر پیش قدمی جاری رکھے ہوئے ہے اور عالمی قوانین کی دھجیاں اڑا رہا ہے، نہ تو امریکہ کچھ بول رہا ہے، نہ ہی اقوام متحدہ کوئی قدم اٹھانے کی جرأت کرتا ہے، فلسطینیوں کا قتل عام کسی کو دہشت گردانہ کارروائی نہیں لگتا؟

اسرائیل کی سفاکیت اور تشدد کے چند نمونے دیکھتے چلیں:

(۱) مرکز احرار برائے حقوق اسیران کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ دہائی میں اسرائیل نے پندرہ سو فلسطینی بچوں کو موت کی نیند سلا کر اور پچھلے تین سالوں میں گیارہ ہزار بچوں کو گرفتار کر کے اپنی درندگی کو جلا بخشی ہے۔

(۲) قابض اسرائیل سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں اغوا کیے جانے والے فلسطینی نونہالوں کی تعداد کا جائزہ لیں تو ۲۰۰۸ء میں ۴۲۶۶، ۲۰۰۹ء میں ۳۲۵۷، اور ۲۰۱۰ء میں ۳۲۵۷ نوعمر فلسطینیوں کو اسرائیل کا تسلط تسلیم نہ کرنے کی پاداش میں عقوبت خانوں میں بھیجا گیا۔

(۳) رپورٹ کے مطابق ان تین سالوں میں اسرائیل نے ۱۰۳ نوعمر بچیوں کو بھی گرفتار کیا، ۲۰۰۸ء میں ۵۶، ۲۰۰۹ء میں ۴۵ اور ۲۰۱۰ء میں دو بچیاں گرفتار کی گئیں۔

(۴) سن ۲۰۰۰ء سے تا حال اسرائیل درندہ صفت فوجیوں کے ہاتھوں کل ۱۳۳۷ ر بچے شہید کیے گئے۔

(۵) مقبوضہ مشرقی بیت المقدس کی عرب کالونی میں یہودیوں کے لیے چودہ سو گھروں کی تعمیر کے منصوبے کے لیے اجازت نامے جاری کیے جا رہے ہیں۔

(۶) مقبوضہ بیت المقدس پر قبضہ مکمل کرنے کے لیے ۲۱ ملین شیکل کا نیا اسرائیلی بجٹ منظور کیا گیا ہے۔

(۷) بیت المقدس کے گرد نسلی دیوار کو ایک سال میں مکمل کر دینے کا صیہونی منصوبہ، اسرائیل فوج نے مقبوضہ بیت المقدس کو دوسرے فلسطینی علاقوں سے کاٹنے کے لیے اس کے گرد گزشتہ کچھ عرصے میں دوسو کلومیٹر سے زائد علاقے میں دیوار کی تعمیر مکمل کر چکے ہیں اس سال مزید بیس کلومیٹر کے رقبے پر دیوار مکمل کر لی جائے گی۔

(۸) اسرائیل نے دیوار گریہ سے ملحق ایک حصہ غاصب یہودیوں کی آمد کے لیے کھول دیا ہے، جس کا مقصد اس دیوار میں توسیع کرتے ہوئے رباط کرد نامی مقام پر قبضہ کر کے اسے چھوٹی دیوار گریہ میں تبدیل کرنا ہے۔

(۹) اسرائیلی حکومت کی جانب سے گزشتہ برس مئی میں ترکی کے غزہ کے لیے امدادی سامان لے کر آنے والے امدادی جہاز فریڈم فلوٹیلا حملے کی تحقیقات کے لیے قائم فیکٹ فائنڈنگ کمیشن نے اسرائیلی فوج کو حملے میں بری کر دیا ہے۔

(۱۰) مسلمانوں کے قبلۂ اول اور حرم ثالث میں نعرۂ تکبیر بلند کرنے کی پاداش میں گرفتار کیے گئے ایک فلسطینی کے متعلق مقبوضہ فلسطین کے علاقے ام الفحم کی عدالت نے ایک ماہ تک مسجد میں داخلے پر پابندی کا فیصلہ سنایا ہے۔

(۱۱) فلسطینی وزارت امور اسیران نے خواتین کے عالمی دن کے حوالے سے ایک خصوصی رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ قابض اسرائیل فوج نے ۱۹۶۷ء جنگ کے بعد سے اب تک کم از کم دس ہزار فلسطینی خواتین کو حراست میں لے کر بدترین تشدد کا نشانہ بنایا، رپورٹ کے مطابق ان ہزاروں خواتین میں ۸۵۰ خواتین کو تحریک انتفاضہ الاقصیٰ کے دوران حراست میں لیا گیا۔

(۱۲) ذرا یہ ڈھٹائی بھی ملاحظہ کرتے چلیں: اسرائیل وزیر دفاع ایہود و باراک نے کہا کہ ہم عارضی سرحدوں کے ساتھ فلسطینی ریاست کو تسلیم کرلیں گے، مزید کہا کہ اس وقت امریکی فوجی امداد میں اضافہ ہمارے لیے انتہائی اہم ایشو ہے۔

(۱۳) ۱۳ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو راملہ شہر میں صیہونی پولیس، فوج اور مقامی یہودی بلدیہ نے مل کر ایک درجن مکانات مسمار کر دیے جس کے نتیجے میں کم از کم ۷۰ر افراد بے گھر ہو گئے ان میں بیشتر بچے اور خواتین تھیں۔

(۱۴) گزشتہ ۲۳ر مارچ ۲۰۱۱ء کو اسرائیلی لڑاکا بمباروں نے غزہ کے ایک مقام پر حملہ کر کے ۸ر فلسطینیوں کو شہید کر دیا۔

امریکہ کی خاموش حمایت: وہ امریکہ جس نے اپنے سپر پاور بننے کے زعم میں نائن الیون کا بہانہ بنا کر افغانستان کو تاراج کر دیا، عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی، لاکھوں شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، عورتوں کی عصمت ریزی ہوئی، بچیوں کا قتل عام کیا، دہشت پسندوں کی پسپائی کے نام پر لمبے عرصے سے پاکستان پر ڈرون حملے کر رہا ہے۔ شہریوں کے قتل عام کے نام پر لیبیا میں اتحادیوں کے ساتھ مل کر بمباری کا آغاز کر چکا ہے، املاک کو نشانہ بنا رہا ہے، شہریوں پر ظالمانہ کارروائیاں زور وشور سے جاری ہیں، پوری دنیا میں دہشت گردی کے نام اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کی کوشش میں ہے، دوسرے ملکوں کے ذاتی معاملات میں بے جا دخل اندازی اپنا حق سمجھتا ہے، وہی امریکہ دہائیوں سے فلسطینیوں پر مظالم جاری رکھنے والی صیہونی ریاست اسرئیل کی جارحیت کی خاموش حمایت کر رہا ہے، فلسطینی گھر بار سے بے دخل کیے جا رہے ہیں، ان کے علاقوں میں یہودی بستیوں کی تعمیرات کا کام بڑی تیزی کے ساتھ جاری وساری ہے، بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے اندر نمازیوں سے جھڑپیں کی جارہی ہیں۔ انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، فلسطینیوں کو غلامی کی زنجیر میں جکڑا جا رہا ہے، انہیں علاقوں میں محصور کر کے کھانا پینا بند کیا جا رہا ہے، ان کے حقوق کی پامالی کے لیے ہر ممکنہ اقدام کیے جا رہے ہیں۔ یہاں امریکہ کو دہشت گردی دکھائی نہیں دیتی، حقوق انسانی کے علم بردار خاموش تماشائی کیوں بنے ہوئے ہیں، خود ایٹمی طاقت رکھتے ہوئے ایران کا ایٹمی پروگرام انہیں ایک آنکھ کیوں نہیں بھاتا، ایران پر حملے کی دھمکیاں کیوں دی جارہی ہیں، سمندروں میں بحری بیڑے کیوں اتارے جارہے ہیں؟ کیا دنیا میں امن قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ کیا اسی سے دہشت گردی ختم ہوگی؟ انسانوں پر خورد ونوش کی اشیا بند کرنا کیا یہی انسانیت اور حقوق انسانی کی بازیافت کی کوشش ہے؟ جب ہر ملک میں ہر جگہ امریکہ مداخلت کو اپنا حق سمجھتا ہے تو فلسطین واسرائیل قضیے پر خاموشی کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں؟

ایک طرف اپنوں کی ساز باز دوسری جانب اتحادی مغربی ممالک کی اس مسئلہ پر سرد مہری، امریکہ کے اسلام مخالف تیور کو آج تک کوئی سمجھ نہ سکا ہے، خفیہ امریکی دستاویزات کے مطابق کم آبادی اور کم رقبے کی وجہ سے بھی اسرائیل نے فلسطینی ریاست کے قیام پر تحفظات کا کئی بار امریکہ سے اظہار کیا تھا، وکی لیکس کے مطابق مشرق وسطی میں امریکہ کے خصوصی ایلچی ریٹائرڈ جنرل جیمز جون نے اسرائیل وزیر اعظم ایہود اولمرٹ، وزیر دفاع اور وزیر خارجہ سمیت کئی اعلیٰ اسرائیلی فوجی افسران سے اٹھارہ دسمبر دو ہزار سات کو اسرائیل میں ملاقات کی تھی۔

یہ سب کیا تھا؟ مسئلہ فلسطین پر اسرائیل کی خفیہ امداد ہی تو تھی، اس کی حوصلہ افزائی کے سوا اور کیا تھا، جب کہ فلسطینی اتھارٹی جو بے بنیاد مذاکرات میں کوشاں دکھائی دیتی ہے، مذاکرات کے پس پردہ اسرائیل کو رعایتیں دینے کی بات کرتی ہے۔ کیا یہ فلسطینی عوام کے حق میں ضرر رساں اقدام نہیں ہے، کیا اس سے مسجد اقصیٰ کا تقدس پامال نہ ہوگا؟

جبھی تو مسجد اقصیٰ کے خطیب اور مفتی اعظم فلسطین شیخ عکرمہ صبری نے اپنے تازہ ترین فتویٰ میں الجزیرہ ٹی وی چینل پر فلسطینی اتھارٹی کے اسکینڈل کے نشر کیے جانے کی تعریف کی اور فتویٰ دیا کہ قبلہ اول کی ایک انچ زمین پر بھی مذاکرات مطلقاً حرام ہے، مسجد اقصیٰ زمین پر مسلمانوں کا تیسرا بڑا مقدس مقام ہے، اس کے بارے میں اسرائیل کے ساتھ کسی بھی قسم کے مذاکرات کے بارے میں سوچنا بھی جرم ہے، ان کا کہنا ہے کہ فلسطینی اتھارٹی کو یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کے معاملے میں بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کو نہ چھیڑے''۔

ایسے نازک ماحول میں عرب ملکوں کے مسلم رہنماؤں اور فرماں رواؤں کی خاموشی بھی در دِسر بنی ہوئی ہے، صرف ایران ہے جسے آج بھی اسرائیل اپنے وجود کے لیے سب سے بڑا خطرہ تصور کرتا ہے۔ کیوں کہ اس خطے میں ایران ہی اسرائیل کی دہشت گردی اور فلسطین و عالم اسلام کے متعلق اس کے رویے پر سخت تنقید کرتا رہا ہے، لبنان میں حزب اللہ اور غزہ میں حماس گروپ سے خائف نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی فوج کی تمام تر سرگرمیوں کا نشانہ حماس کے اہم ٹھکانوں پر بمباری اور ہوائی حملے کی شکل میں سامنے آتا ہے، تازہ ترین اطلاع کے مطابق اسرائیلی فوج کے سربراہ جنرل گابی کا کہنا ہے کہ اسرائیل کی فوج کو مشرق وسطیٰ میں ایک بڑی جنگ کے لیے تیار کیا جا رہا ہے، یہی جنرل گابی حماس اور حزب اللہ کو اسرائیل کے لیے خطرہ بھی مانتے ہیں، جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسرائیل مشرق وسطیٰ میں امن سے کھلواڑ کے لیے بہانے تلاش کر رہا ہے، اور اس کا مقصد مسئلہ فلسطین کو معرض التوا میں رکھتے ہوئے اس خطے میں اپنے لیے چیلنج بن رہی طاقتوں پر حملہ کر کے انہیں کمزور کرنا ہے، دوسری جانب وکی لیکس کے تازہ انکشاف سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲ر فروری ۲۰۱۰ء کو پیرس میں امریکی سفیر نے ایک مراسلے میں امریکی وزیر خارجہ رابرٹ گیٹس کی اپنے فرانسیسی ہم منصب سے ملاقات میں ان پر واضح کیا تھا کہ اسرائیل واشنگٹن کی حمایت کے بغیر ایران پر حملہ کر سکتا ہے۔

قارئین خود اندازہ لگائیں کہ اسرائیل کی ان سرگرمیوں اور جارحانہ کارروائیوں سے آگاہ ہونے کے باوجود امریکہ کا اس سلسلے میں کوئی بیان سامنے کیوں نہیں آ رہا ہے، مطلب صاف ہے کہ امریکہ کی خاموش حمایت اسرائیل کو بہرحال حاصل ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک طرف مغربی طاقتوں اور اقوام متحدہ نے لیبیا کے عوام سے اظہار ہمدردی کے نام پر چند دنوں کے اندر لیبیائی حکومت کے خلاف جنگ کا فیصلہ لے لیا دوسری طرف اسرائیل فلسطینی عوام پر ظلم کے سلسلے کو گزشتہ ۶۰ برسوں سے جاری رکھے ہوئے ہے مگر اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی، اسرائیلی افواج ہر سال ہزاروں فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے تو نہ ہی امریکہ کی آہ سننے کو ملتی ہے نہ اقوام متحدہ کو کوئی افسوس ہوتا ہے، اسی کو انصاف کہتے ہیں؟ اور جب تک یہ صورت حال باقی رہے گی مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے بلند بانگ دعوے اور جھوٹے مذاکرات سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ۲۲ر مارچ ۲۰۱۱ء بروز بدھ کی اردو ٹائمز کی خبر کے مطابق روسی وزیر اعظم ولادامیر پیوٹن کا کہنا ہے کہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنا امریکہ کی خارجی پالیسی کی روایت بن چکی ہے، انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی لیبیا پر قرارداد ایک نئی جنگ کو جنم دے گی، جنوری ۲۰۱۱ء کی ایک خبر کا خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیل کے متعلق کیے گئے حالیہ رویے میں صیہونی مقتدرہ ریاست اسرائیل بدنام زمانہ ملکوں میں سرفہرست ہے اور صرف ۲۱ر فیصد رائے دہندگان نے اس کے متعلق مثبت ردِعمل ظاہر کیا ہے۔

قارئین یہ حقیقت ذہن نشیں رکھیں کہ باراک اوبامہ خود ایک یہودی ہیں، اس لیے وہ خود نہیں چاہیں گے کہ ریاست اسرائیل کی یہودی طاقت کمزور ہوتا کہ مسجد اقصیٰ کی شہادت کے بعد ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے، یہ ایک صیہونی ایجنڈا ہے جو اپنے مشن کی تکمیل میں شب وروز لگا ہوا ہے اور امریکہ اس کی خاموش حمایت کر رہا ہے اور بس۔ جب کہ انسانی حقوق کی عالمی تنظیم مشرق وسطیٰ کی ایگزیکٹو ڈائرکٹر سارہ لیاوٹیسن نے اسرائیلی حکام کے ذریعہ فلسطینی شہروں کے ساتھ امتیازی برتاؤ کو سنگین جرم قرار دیا۔ فلسطینیوں کے مکانات کی مسماری کو ریاستی دہشت گردی قرار دیتے ہوئے سارہ نے کہا کہ اس غیر انسانی کارروائی کو روکنے کے لیے عالمی طاقتوں کو اسرائیل پر دباؤ ڈالنا چاہیے۔ (انقلاب ممبئی ۱۲ر مارچ ۲۰۱۱ء)

میں اس میں ایک جملے کا اور اضافہ کر دوں کہ اگر اسرائیل یہ سب کچھ عالمی طاقتوں کے اشارے پر کر رہا ہے تو دباؤ کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

تجارت میں برکت ہے

از: محمد ظہیر احمد بلگامی

اسلام نے اُخروی کامیابی کے لیے جہاں اپنے خالق ومعبود کی عبادت و پرستش کا شعور بخشا ہے وہیں دنیاوی ترقی وخوش حالی کی خاطر کسبِ معاش کا بھی احساس عطا کیا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. (پ:۲۸، سورۂ جمعہ: آیت ۱۰)

ترجمہ: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (کنزالایمان)

تجارت میں خیر کثیر ہے

مذکورہ آیتِ مقدسہ میں بندگی کے بعد حصولِ معاش کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور یہ آیتِ شریفہ صنعت وحرفت، زراعت وتجارت وغیرہ طلبِ رزق کے جملہ وسائل وذرائع کو شامل ہے لیکن کسبِ حلال میں خیرِ کثیر کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت تجارت کو حاصل ہے جیسا کہ ہادیِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے "برکت کے حصوں میں سے نو حصے تجارت میں ہیں" (کیمیائے سعادت)

نیز فرمایا کہ امانت دار اور راست باز تاجر نبیین، صدیقین، شہدا اور صالحین کی صف میں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

ذکر کردہ دونوں حدیثوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ تجارت، دولت کی فراوانی اور رحمتوں اور برکتوں کی فراہمی کا راز اور مقربین و محبوبینِ بارگاہِ الٰہی کی قربت ومعیت کا سبب ہے جو خوشنودیِ باری تعالیٰ کی عظیم دلیل اور نجات ومغفرت کی کامل ضمانت ہے۔

انبیائے کرام کی سنت

اگر ہم اسلامی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ حقیقت خوب آشکار ہو جائے گی کہ وجودِ انسانی کی اصل حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جانِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک تمام رسلانِ عظام و انبیائے کرام علیہم السلام اپنی محنت ومشقت اور کدو کاوش ہی کی بدولت روزی حاصل کرتے تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام زراعت وکاشت کاری کیا کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سلا کرتے، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنا کر بیچتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام بوریاں اور ٹوکریاں فروخت کیا کرتے تھے اور تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدا میں بکریاں چرائیں پھر تجارت کی غرض سے یمن وشام کا سفر اختیار کیا۔

صحابۂ کرام کی سنت

اسی طرح اگر اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تجارت کیا کرتے تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے بہت بڑے اور نہایت مشہور تاجر تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کپڑا اور دودھ فروخت کیا کرتے تھے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔

پوری تاریخ اسلام ایسے معزز افراد کی سیرتِ مقدسہ سے لبریز اور ان کے تجارتی نقوش سے جگمگا رہی ہے لیکن صد حیف کہ آج مسلم طبقہ تجارت کو نہ صرف بنظرِ حقارت دیکھ رہا ہے بلکہ اس سے کوسوں دور ہو چکا ہے پھر تجارت ہی کی کیا تخصیص؟ ہر اس کام سے دامن چراتا ہے جس میں محنت ومشقت اور جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے محض آرام طلبی وعیش پسندی اس کا مطمحِ نظر اور طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا مثالی عروج روبہ زوال اور ہمارا خوش حال وترقی یافتہ مسلم معاشرہ معاشرتی بدحالی اور اقتصادی زبوں حالی کی بندشوں میں گرفتار ہے اور مسلمانوں کو محنت کی زحمت گوارا نہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنی غربت وافلاس کی شکایتوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ ان اسلامی بھائیوں سے ہی عرض ہے کہ

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت کیسا؟
ضربِ مرداں سے اُگل دیتا ہے پتھر پانی

اور محنت سے نفرت وعداوت اور سستی وکاہلی سے محبت رکھنے والے بعض مسلمان غیروں کی ترقیوں اور کامیابیوں کو دیکھ کر حسرت و یاس کے شکار ہو جاتے ہیں اے کاش! انہیں یہ درس یاد ہوتا کہ **من جد وجد** (جس نے کوشش کی اس نے پایا) اور یہ پیغام انہوں نے فراموش نہ کیا ہوتا کہ

اپنے ہاتھوں سے بنا تو بھی کوئی قصرِ عظیم
چشمِ حسرت سے کسی محل کی تعمیر نہ دیکھ

بے برکتی کا سبب

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو میدانِ عمل وتجارت میں اتار دیں اور محنت ومشقت کو اپنی عادت بنالیں اور جو مسلمان مالی اعتبار سے کمزور ومجبور ہوں ان کی مدد واعانت کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کا برتاؤ رکھیں اور معاشی اعتبار سے مستحکم ومضبوط بنانے میں کوشاں رہیں تا کہ خود رحمت ونصرتِ خداوندی کے حقدار بنیں کیوں کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارا کھویا ہوا تشخص دوبارہ پھر قائم ہوسکتا ہے اور ہمارا رکا ہوا کارواں ایک بار پھر بدستور اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوسکتا ہے لیکن یاد رکھیں! حصولِ رزق اور کسبِ معاش وطلبِ مال کی وہ راہیں اختیار نہ کی جائیں جو موجبِ لعنت اور سببِ ملامت ہوں مثلاً کذب بیانی کہ آج عموماً تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کی خاطر کذب بیانی کا سہارا لیتے ہیں اور مبیع (فروخت کی جانے والی چیز) کی جھوٹی جھوٹی تعریفیں کرکے اور اس کی بے جا اہمیت وافادیت ذکر کرکے زیادہ قیمت کے حصول کے درپے ہوتے ہیں جو شرعاً حرام وگناہ اور بے برکتی کا سبب ہے۔ دھوکہ دہی: یہ عمل بد بھی ان کی تجارت کا ایک جزوِ لازم بن چکا ہے کہ خریداروں سے میٹھی میٹھی باتیں کرکے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کے اپنے دامِ فریب میں پھانس لیتے، ناپ تول اور پیمائش میں بھی کمی کرکے بیشتر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور دل ہی دل میں اپنی اس نازیبا حرکت پر خوش بھی ہوتے ہیں اور انہیں اس کی بالکل فکر نہیں ہوتی کہ آیا کہ طریقۂ تجارت از روئے شرع جائز بھی ہے یا نہیں؟ منفعت کے علاوہ اور کسی چیز کی طرف قطعاً توجہ نہیں ہوتی۔ نہ نمازوں کا کچھ خیال ہوتا ہے اور نہ ہی گناہوں کا ملال، ان کی اس حالتِ زار اور عادتِ بد کو دیکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ ع

شرم نبی، خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ذیل میں کچھ ایسی احادیث پیش کی جاتی ہیں جن میں مذکورہ برائیوں کے مرتکب تاجروں کے لیے عبرت ہی عبرت ہے۔

رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تُجار قیامت کے دن فجار (بدکار) اٹھائے جائیں گے مگر جو تاجر متقی ہو اور لوگوں کے ساتھ احسان کرے اور سچ بولے۔ (ترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار)

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تجار بدکار ہیں لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ نے بیع حلال نہیں کی ہے؟ فرمایا: ہاں بیع حلال ہے لیکن یہ لوگ بات کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں اس میں وہ جھوٹے ہوتے ہیں (سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ)۔

تجارت میں قسم کھانا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیع میں حلف کی کثرت سے پرہیز کرو کہ اگر چہ یہ چیز کو بکوا دیتا ہے مگر برکت کو مٹا دیتا ہے۔ (مسلم شریف کتاب المساقاۃ باب النہی عن الحلف فی البیع)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ خائب وخاسر کون لوگ ہیں؟۔ فرمایا (۱) کپڑا لٹکانے والا (۲) دے کر احسان جتانے والا (۳) اور جھوٹی قسم کے ساتھ اپنا سودا چلانے والا۔ (مسلم شریف: کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ)

مذکورہ بالا روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی تجارت اختیار کی جائے جو اسلامی اصول کے عین مطابق ہوتا کہ دنیاوی کامرانی کے ساتھ اخروی شادمانی بھی میسر ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ترقی کے جذبے سے سرشار ہوکر حلال وحرام اور جائز وناجائز کے فرق وامتیاز کو بھول جائیں اور اس کے تمام تر تقاضوں کو پس پشت ڈال کر عتابِ خداوندی کے مستحق ٹھہریں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ**

﴿......﴾

قرآنی قل اور نعتِ ختم الرُسل

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

آخری وحیِ الٰہی، قرآنِ کریم جہاں حیات کا ضابطہ، شریعت کا ماخذ، تمام جائز نقلی و عقلی علوم وفنون کا منبع، خیر وبرکت کا سرچشمہ، ہدایت، شفا اور رحمت ہے وہاں یہی مقدس کلام ربانی نبی آخر الزماں، ناطقِ قرآن، رسولِ ذی شان حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پاک بھی ہے۔

اس قرآنِ عظیم میں ربِ اکبر نے اپنے حبیبِ اعظم اور محبوبِ اکبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد ومحاسن اور فضائل ومناقب بھی بیان فرمائے ہیں۔ ان کی ۱۔ نورانیت ۲۔ رسالتِ عامہ ۳۔ رحمۃ للعالمینی ۴۔ خاتمیت ۵۔ عظمت ورفعت ۶۔ شفاعت ۷۔ اختیارات وتصرفات وغیرہ بیان فرمائے ہیں ۸۔ نیز ان کی بارگاہ کا ادب سکھایا ہے ۹۔ ان کی رضا اور اطاعت کو اپنی رضا اور اطاعت قرار دیا ہے۔ ان کے ۱۰۔ رخ انور (۱۱) گیسوئے معنبر (۱۲) ان کی اداؤں (۱۳) ان کے خلقِ عظیم کو سراہا ہے اور ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ (۱۴) سرکار ابد قرار علیہ السلام کے کلام (۱۵) عصر (۱۶) شہر (۱۷) عمر وغیرہ کی قسم یاد فرمائی ہے اور اس طرح بنی نوع انسان کو بتایا کہ یہی وہ ہستی ہے جو سارے جہان سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور میری بارگاہ میں سب سے زیادہ قریب ہے اور حق یہ ہے کہ ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مندرجہ بالا باتوں کی تصدیق کے لیے حسب ذیل قرآنی آیات ملاحظہ کیجیے:

(۱) قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ: ۱۵)

(۲) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبأ: ۲۸)

(۳) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیا: ۱۰۷)

(۴) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: ۴۰)

(۵) وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح: ۴)

(۶) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ. الآيه (الحجرات: ۲)

(۷) لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح: ۱۸)

(۸) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۸۰)

(۹) وَ الضُّحٰى وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى (الضحیٰ: ۱)

(۱۰) يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (المزمل: ۱)

(۱۱) يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر: ۱)

(۱۲) وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴)

(۱۳) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

(۱۴) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (الحجر: ۷۲)

(۱۵) وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (الزخرف: ۸۸)

(۱۶) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (العصر: ۱)

(۱۷) لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ. (البلد: ۱/۲/۳)

ان واضح مقامات کے علاوہ قرآنِ عظیم میں اور بھی کتنے مقامات ہیں جن میں نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح نعت موجود ہے لیکن ان کے علاوہ وہ آیتیں اور سورتیں جن کی ابتدا لفظ "قُلْ" سے ہوتی ہے ان میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعتِ پاک موجود ہے۔ "قُلْ" کے تعلق سے استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی علیہ الرحمہ بہت ہی پیارا اور بلیغ شعر فرماتے ہیں:

قُلْ کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

اللہ عزوجل اپنے حبیبِ لبیب نبیِ امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

کلام کی قسم یاد فرمارہا ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہے کہ اسے ان کی گفتگو بہت پسند ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے حبیبِ اکبر اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قریب تر ہیں۔

قرآنِ حکیم کا اندازِ خطاب اور اس کی بلاغت لاجواب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ خالق و مالک اللہ رب العزت کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے جہاں اپنے بہت سارے احکام و فرامین بلا واسطہ اپنے بندوں تک پہنچائے ہیں۔ وہ چاہتا تو مزید دیگر احکام اپنے محبوب سے نہ کہلوا کر یعنی "قُــــلْ" کے ساتھ خطاب نہ فرما کر بھی بندوں تک بالواسطہ پہنچا تا لیکن اسے اپنے محبوب رسول کی عظمت دکھانی مقصود تھی لہٰذا انہیں اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ بنایا اور بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بارگاہ کے وسیلۂ اعظم ہیں۔ قرآنِ کریم کی جو بھی آیتیں اور سورتیں "قُــلْ" سے شروع ہوئی ہیں ان سب میں نبیِ امی علیہ التحیۃ والثناء کی مقدس نعت موجود ہے۔ کلامِ الٰہی میں ۲۹۴ بار لفظ "قُلْ" آیا ہے لہٰذا ان ۲۹۴ مقامات میں رسول کریم علیہ السلام کی نعتیں موجود ہیں۔

"قُــــلْ" کے ساتھ خطاب فرما کر اللہ رب العزت نے اپنی الوہیت، وحدانیت، حاکمیت وغیرہ نیز اپنے رسول کی عظمتِ شان کی بابت بھی اپنی مخلوق تک اپنے احکامات اپنے انہیں رسول کے ذریعے پہنچائے ہیں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت وقربتِ الٰہی کے ساتھ ان کے اختیارات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

"قل" کے تعلق سے چند سورت اور آیات ملاحظہ کیجیے:

۱ . قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ . الخ

۲ . قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ . الخ

۳ . قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ . الخ

ا۔ میں اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا رہا ہے کہ آپ کہیے کہ میں رب الـنـاس (سب کے رب) کی پناہ میں آیا جو سب کا بادشاہ ہے۔ مالک ہے اور سب کا الٰہ ہے۔ اس سورہ میں خدائے لم یزل اپنی ربوبیت، حاکمیت اور الوہیت کا اظہار فرمارہا ہے حالانکہ وہ خود بلا واسطہ بھی اپنی الوہیت، حاکمیت اور ربوبیت وغیرہ کا اعلان فرما چکا ہے اور مزید فرما سکتا تھا لیکن اسے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کا تحفظ دکھانا مقصود ہے کہ وہ سارے جہان کے رب کی پناہ میں ہیں پس انہیں کوئی خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس سے بھی رسولِ کونین علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہِ ایزدی میں قرب ومحبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔

۲۔ میں اللہ جل مجدہ اپنے رسول علیہ السلام سے اپنی وحدانیت اور لاشریکی کا اقرار کرا کر انہیں کے ذریعے کل مخلوقات سے اپنی وحدانیت ولاشریکی کا حکم منوا رہا ہے۔ یہاں وہی اظہار واقرار ہے جو کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا الـلـہ محمد رسول الله** میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات اپنے رسول کے توسط سے بندوں تک پہنچا کر ان کی عظمتِ شان ظاہر فرمارہا ہے اور یہاں یہ بھی اشارہ ہے کہ کوئی شخص لاکھ **لا الٰہ الـلـہ** کہتا رہے لیکن جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہیں کرتا اسے موحد ومومن نہیں مانا جائے گا۔

۳۔ میں اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت اور قدرتِ کاملہ اور رزاقی وغیرہ کی بابت اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے کہلوا رہا ہے۔ اس سے بھی رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوبیت اور عظمتِ شان یعنی نعتِ پاک ظاہر ہے۔

مزید ملاحظہ کیجیے، ارشادِ ربانی ہے:

۴ . قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ . (آل عمران: ۳۱)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر اللہ تعالیٰ اپنی دوستی اور محبوبیت کو موقوف فرما رہا ہے یعنی غلامی کر و مصطفیٰ کی اور محبوب بن جاؤ اللہ کے۔ اللہ اکبر! یہ ہے رسولِ عربی علیہ التحیۃ والثناء کی شان۔ یہ کیسی عظیم وجلیل نعت ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی ہی محبت اور اتباع کی بابت انہیں کی زبان مبارک سے کہلوا رہا ہے۔ یہ ہے آقا حضور کی بارگاہِ الٰہی میں قرب اور محبوبیت۔

اور پھر ۵۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے یہ کہلوا کر کہ انہیں کی محبت پر ہر شئی یعنی والدین، اولاد، بھائی، خاندان، بیویوں، مال واسباب ومکان وغیرہ کی محبت کو قربان کر دینے کا نام ایمان ہے۔ یعنی قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ . الآیہ (سورۂ توبہ: ۲۴)

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان ودل، اولاد سے پیارا
کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اب وہ آیات دیکھیے جنہیں پڑھ کر کچھ لوگ حضور جانِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر سمجھ لیتے ہیں اور اس طرح وہ انہیں معاذ اللہ بے اختیار اور صرف ایک بڑے بھائی کی حیثیت دیتے ہیں اور ظاہر ہے یہ گستاخانِ مصطفیٰ خود کو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی شفاعت سے بھی محروم کر لیتے ہیں اور انکار کر دیتے ہیں۔

۶۔ آیت ملاحظہ کیجیے: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ (الکہف: ۱۱۰)

کیا ان سب پر بھی وحی آتی ہے جو حضور جانِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر خیال کرتے ہیں۔ یہ تو اللہ عزوجل نے رسولِ کریم علیہ التحیۃ والثناء سے اس لیے کہلوایا کہ ان کے حسن و جمال و سیرت کے کمال اور معجزات وغیرہ دیکھ کر اگلی قوموں کی طرح امتِ مسلمہ بھی معاذ اللہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کا شریک اور ساجھی بنا کر ان کی پوجا نہ کرنے لگے جیسا کہ نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر خدا کا شریک بنالیا اور انہیں بھی معبود کا درجہ دے دیا یا دوسرے مشرکین انسانوں ہی میں کچھ کو دیوتا و اوتار بنا کر انہیں معبود بنا بیٹھے۔ معاذ اللہ!

حضرت صدر الافاضل علامہ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بلحاظ **انا بشر مثلکم** فرمانا حکمت و ہدایت وارشاد کے بطریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کرنے والے کے علوِ منصب کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کو ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی واسطہ نہیں۔'' (خزائن العرفان)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے لیکن ان کی ایک جہت بشری بھی ہے اور اگر وہ لباسِ بشری میں ظاہر ہوتے تو انسان ان سے مانوس کیسے ہوتے، انہیں معرفتِ الٰہی کیسے حاصل ہوتی، توحید اور دینِ فطرت اسلام کی تبلیغ کیسے ہوتی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں لیکن خیر البشر ہیں، سید البشر ہیں اور افضل البشر ہیں۔ انہیں کی بشریت سے انسان کو ''اشرف المخلوقات'' ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے اور انہیں کے نور کی پیشانیِ آدم میں موجودگی کے سبب انہیں فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا ہے۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کیا ہی مبنی برحق حسین و بلیغ اشعار (رباعی) فرماتے ہیں:

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

مزید ملاحظہ کیجیے: ۷۔ تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے عذاب کا ڈر ہے۔'' (سورۃ الزمر: ۱۳)

ہو سکتا ہے اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں کچھ لوگ یہ سوچ لیں کہ معاذ اللہ! اس میں تو نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت نہیں ہے لیکن اولاً تو یہاں بالفرض کے ساتھ نافرمانی کی بات ہے اور یہ بندوں کو ڈرانے کے لیے ہے اور بے شک جو نافرمان ہوں گے وہ خود سزا پائیں گے نہ کہ معاذ اللہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ تو اللہ کے سب سے زیادہ فرماں بردار ہیں اور ایسے کہ اس کے محبوبِ اکبر ہیں۔

اس سے قبل والی آیت بھی ملاحظہ فرمائیں:

''تم فرماؤ! مجھے حکم ہے کہ اللہ کو پوجوں، نرا اس کا ہو کر۔ (الزمر ۱۴)

یہاں اللہ تعالیٰ اپنی لاشریکی کا حکم دے رہا ہے اور اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی مبارک زبان سے کہلوا رہا ہے۔

اب یہ آیت دیکھیے: ''تم فرماؤ! شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی، پھر تمہیں اس کی طرف پلٹنا ہے۔'' (الزمر: ۴۴)

بے شک مالکِ شفاعت یا مالکِ روز جزا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس نے اپنے برگزیدہ بندوں کو شفاعت کا اختیار دے رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: شفاعت کے مالک نہیں مگر جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے۔'' (مریم: ۸۷)

اور دوسری آیت ہے: اور یہ جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔'' ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔'' (الزخرف: ۸۶)

یہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کے لیے ہے۔

بقیہ ص ۱۹ پر

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

زیرِ تعمیر مسجد کی چھت اور فرش کا حکم

(۱) مسجد کا فرش، صحن اور سائبان کا حصہ کب مسجد کا حصہ ہوتا ہے۔ لوگ زیرِ تعمیر مساجد میں سائبان کے اندرونی حصے تک جوتا، چپل پہن کر چلتے ہیں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲) زیرِ تعمیر مساجد کی چھت پر بھی جوتا، چپل پہن کر چلتے ہیں، کیا مسجد کی چھت کا حصہ مسجد نہیں ہوتا؟ کیا ایسا درست ہے؟

المستفتی: ضیاء الحسن ولد حاجی سراج الہدیٰ، پرانی بستی، مبارک پور

الجواب (ا۔الف) جو جگہ نماز کے لیے خاص اور وقف ہے وہاں ایک بار نماز پڑھ لینے سے وہ جگہ شرعاً مسجد ہو جاتی ہے۔ یہ مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ مسجد بنا کر علما کے ذریعے نمازِ باجماعت سے اس کا افتتاح کرتے ہیں اس لیے اب کوئی جگہ مسجد اسی طور پر ہوتی ہے یہ فی الواقع مذہبِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر عمل ہے۔ ہاں یہ نماز مسنون طور پر اذان واقامت کے ساتھ ہونی شرط ہے اب خواہ جماعت کے ساتھ یہ نماز ہو یا کوئی شخص تنہا پڑھ لے بہر حال مسجد شرعاً مسجد ہو جائے گی۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله "جعلته مسجداً" عند الثانی وشرطا محمد والامام الصلاة فیه بجماعة وقیل: یکفی واحد وجعله الخانیة ظاهر الروایة. اه

ردالمحتار میں ہے:

(قوله بجماعة) لانه لابد من التسلیم عندهما وتسلیم کل شیء بحسبه واشتراط الجماعة لانها المقصودة من المسجد ولذا شرط أن تکون جهرا بأذان واقامة والا لم یصر مسجداً قال الزیلعی: وهذه الروایة هی الصحیحة وقال فی الفتح: ولو اتحد الامام والمؤذن وصلی فیه وحده صار مسجداً بالاتفاق لان الاداء علیٰ هذا الوجه کالجماعة اه.

ترجمہ: اور واقف کی ملکیت مسجد اور عیدگاہ سے مسلمانوں کے نماز پڑھ لینے سے بالاتفاق ختم ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ کہنے سے بھی کہ "میں نے اسے مسجد کیا" امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی شرط رکھی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ایک شخص کا (واقف کے علاوہ) پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ یہ قول ظاہر الروایہ ہے (اور اسی پر متونِ مذہب جیسے کنز و ملتقیٰ وغیرہما بھی ہیں۔ درمختار ۶/۵۴۶)

امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمۃ والرضوان کے نزدیک بھی نماز باجماعت کی شرط اس لیے ہے کہ واقف کی طرف سے مسجد مسلمانوں کے حوالے ہو جائے اور جماعت کی شرط اس لیے ہے کہ مسجد سے مقصود یہی ہے یہی وجہ ہے کہ اعلانیہ اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھنا شرط ہے ورنہ وہ جگہ مسجد نہ ہوگی۔ زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی روایت صحیح ہے۔ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے اگر ایک شخص نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو بھی وہ جگہ بالاتفاق مسجد ہو جائے گی کیوں کہ اس طور پر نماز کی ادائیگی جماعت ہی کے حکم میں ہے۔ (ردالمحتار معروف بہ شامی: ص/۵۴۶، ج/۶، کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد)

اس تفصیل کی روشنی میں عزیز المساجد ضرور شرعی مسجد ہے اس کا حرم (اندرونی حصہ) بھی اور اس کا سائبان وغیرہ بھی۔ یوں ہی اس کا فرش اور چھت بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) عہد رسالت اور عہدِ صحابہ میں مسجد میں جوتے پہنے ہوئے جانا بے ادبی نہیں تصور کیا جاتا تھا لیکن اب عرصۂ دراز سے مسلمانوں کا عرف عام یہ ہے کہ مسجد میں جوتا پہنے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ اس بارے میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اختصار کے

ساتھ نفیس تحقیق و تنقیح فرمائی ہے جو انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:
''مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلافِ ادب ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: دُخُوْلُ الْمَسْجِدِ مُتَنَعِّلًا سُوْءُ الادَب'' ادب کی بنا عرف ورواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ اور ملک وقوم سے بدلتا ہے۔ عرب میں باپ سے انت کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو، زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی یوں ہی خطاب ہوتا تھا۔ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والدِ ماجد شیخ الانبیاء خلیلِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی ''اے میرے باپ تو کر جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے'' اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تو تو کہا کرے، ضرور گستاخ مستحقِ سزا ہے۔ نماز حاضریِ بارگاہِ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے۔ یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے۔
(فتاویٰ رضویہ: ص: ۴۵۰/ ج ۳)

ہاں! جب مسجد زیر تعمیر ہو، فرش کچا، نیچا اونچا ہو تو ہمارے دیار کا عرف یہ ہے کہ لوگ کچھ اندر تک جوتے پہنے چلے جاتے ہیں اور اسے بے ادبی یا معیوب نہیں سمجھا جاتا یہ عرف علما وعوام سب کا ہے اس لیے موجودہ حالات میں جب کہ عزیز المساجد زیر تعمیر ہے اور اس کا آنگن کا فرش اونچا اور نیچا ہے جس میں جابجا اینٹ کے ٹکڑے بھی ابھرے ہوئے ہیں تو اس کے حدود میں پاک صاف جوتے، چپل، پہن کر جانے کی اجازت ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ دروازے سے لے کر اندرونی سائبان تک آنگن کا حصہ کافی وسیع ہے دروازے پر جوتے، چپل نکالنے کا حکم دے دیا جائے تو حرمِ مسجد تک پہنچتے پہنچتے پیروں میں کافی مٹی وغیرہ لگ جائے گی جس سے مسجد روزانہ کافی آلودہ ہوگی کیوں کہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور جو لوگ وضو خانے پر وضو بنا کر فوراً مسجد میں جائیں گے ان کے ساتھ تو کافی مٹی بلکہ کیچڑ بھی جا سکتی ہے۔ اس سے ایک تو روزانہ مسجد باہر کی مٹی سے ملوث ہوتی رہے گی جس کی بار بار صفائی میں حرج ہے اور وہ پتھر پر چپک جائے تو روزانہ اس کی دھلائی بھی مشقت کی باعث ہے۔ نمازیوں کے پاؤں کو راستے کی اینٹ سے تکلیف پہونچ سکتی ہے۔ ان سب مشقتوں سے بچنے اور اس دیار کے عرف میں بے ادبی نہ سمجھے جانے کی بنا پر تعمیر کے دوران آنگن میں صاف پاک جوتے چپل پہن کر آنے جانے کی اجازت ہے۔ ہاں! آنگن سے آگے بڑھنا ممنوع ہے کہ اس کے بعد کا علاقہ مسلمانوں کی سجدہ گاہ ہے اور اس علاقے میں جانے کا عرف بھی نہیں اور وہاں چٹائی بچھا دی جائے تو آلودگی بھی نہ ہوگی اتنی چٹائی میسر بھی ہے لہٰذا جوتے چپل پہنے ہوئے سائبان کے حدود میں جانا بے ادبی وممنوع ہے۔ خدائے پاک اس پر سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین **والله تعالیٰ اعلم۔**

الجواب (۲) مسجد کی چھت کا حصہ بھی مسجد ہے بلکہ اوپر آسمان کے کنارے تک مسجد کا حکم ہے اور جو ادب فرشِ مسجد کا ہے اس سے زیادہ ادب چھت کا ہے کیوں کہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ نیچے جب تک مسجد بھر نہ جائے اوپر چھت پر جانا مکروہ ہے اگرچہ گرمی سخت ہو اور اس سے بچنے کے لیے جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروہ ولھٰذا اذا اشتد الحر یکرہ أن یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذٍ لایکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ. کذا فی الغرائب اھ** ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے لہٰذا جب گرمی سخت ہو تو بھی چھت پر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں مسجد نمازیوں سے تنگ ہو جائے تو اس ضرورت و مجبوری کی وجہ سے چھت پر چڑھنے کی اجازت ہے۔ ایسا ہی غرائب میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ص ۳۲۲/، ف ۵)

مسجد اور قبرستان کی تعمیر کے لیے بدمذہب سے چندہ لینا کیسا؟

(۱) ایک گاؤں ہے جہاں پر سنی، دیوبندی یا اس قسم کے دوسرے فرقے کے لوگ بھی آباد ہیں چوں کہ اکثریت سنیوں کی ہے گاؤں میں مسجد پہلے سے بنی ہوئی ہے اب تنگی کی وجہ سے دوسری مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔ ایسے وقت میں سنیوں کے ساتھ ساتھ چندہ وصول کنندگان اگر دوسرے خیال والوں جیسے دیوبندی یا دیگر فرقے کے گھروں پر چندہ لینے کے لیے جائیں تو لے سکتے ہیں؟ یا از خود وہ پیش کش کریں کہ آپ ہمارے گھر پر بھی چندے کے لیے آئیں تو جانا اور چندہ لینا کیسا ہے؟ کیوں کہ وہ حضرات بھی ہماری انہیں مسجدوں میں ہمارے ہی ساتھ نماز پنج گانہ ادا کرتے ہیں۔

(۲) اسی طرح اگر اسی آبادی میں قبرستان کی مرمت یا چہار دیواری ہو رہی ہو جہاں سب خیال کے لوگ دفن ہوتے ہوں وہاں ان سے چندہ لینا یا وہ حضرات از خود دیں تو لینا کیسا ہے؟ قرآن وسنت

وفقہاے امت کے حکم کے مطابق جواب سے نوازیں۔

المستفتی: سفیر احمد اعظمی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب (۱) دیوبندی شانِ رسالت میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں علمائے حل وحرم وعرب وعجم وہند وسندھ نے بالاتفاق ان کے کافر و مرتد ہونے کا فیصلہ دیا۔ اس کی تفصیل وتحقیق کتاب حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، منصفانہ جائزہ اور علماے اہل سنت کی دوسری کتابوں میں ہے۔

اور ایسے بدمذہبوں کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ ان سے دور رہو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو اور نہ کھاؤ پیو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلَاتُجَالِسُوْهُمْ وَلَاتُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُاكِلُوْهُمْ وَلَاتُنَاكِحُوْهُمْ تم ان کے پاس نہ بیٹھو، نہ پانی پیو اور نہ کھانا کھاؤ اور نہ شادی بیاہ کرو۔ (عقیلی وابن حبان)

روایت ابن حبان میں یہ اضافہ بھی ہے:

وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَاتُصَلُّوْا مَعَهُمْ نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

مسلم شریف میں ہے: اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ تم ان سے دور رہو اور انہیں قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم شریف)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب والوں سے تعلقات رکھنا اور ان کے یہاں آنا جانا حرام ہے لہٰذا ان سے اپنی مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ مانگنا اور وہ خود لاکر دیں تو اسے لینا جائز نہیں۔ وہ چندہ دیں گے تو مسجد میں نماز بھی پڑھیں گے، جماعت میں شریک بھی ہوں گے، کبھی موقع ملا تو مسجد کی انتظامیہ میں شریک بھی ہوجائیں گے اور فتنہ بپا کریں گے اس لیے ہرگز ہرگز نئی مسجد کی تعمیر میں ان سے چندہ نہ لیں، نہ انہیں اس مسجد میں آنے دیں، نہ اپنے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع دیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) جب قبرستان پہلے سے مشترک ہے تو وہاں سے دیوبندی مذہب والوں کو روکا نہیں جاسکتا لیکن جو چیز اپنے اختیار میں ہے وہ الگ رکھیں، قبرستان کی چہار دیواری اپنے چندے سے بنوائیں اور اگر وہ لوگ بغیر مانگے خود سے لاکر چندہ دے دیں تو لے سکتے ہیں مگر ان سے کوئی اور تعلق ہرگز نہ رکھیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

طلاق واقع نہیں ہوئی

حفصہ خاتون کی شادی محمد عارف سے آج سے تین سال قبل ہوئی تھی اس درمیان ایک بچہ بھی پیدا ہوا اسی درمیان میاں و بیوی میں ایک دن تکرار ہوئی جس کے بعد حفصہ خاتون کا کہنا ہے کہ محمد عارف نے تین مرتبہ "میں طلاق دے رہا ہوں" کہا اور محمد عارف کا کہنا ہے کہ میں نے دھمکی دی تھی کہ طلاق دے دوں گا اور یہ معاملہ میاں بیوی کے درمیان ہی ہوا، کوئی گواہ نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں کیا ہوگا؟

المستفتی: حکیم محمد یونس

الجواب: حفصہ خاتون کا بیان یہ ہے کہ اس کے شوہر محمد عارف نے کہا "میں طلاق دے رہا ہوں" اگر واقعی حفصہ خاتون کا بیان ٹھیک ٹھیک یہی ہے اس میں کوئی لفظ کم نہیں ہے تو صورت مستفسرہ میں کوئی طلاق نہ واقع ہوئی۔ کیوں کہ اس بیان میں حفصہ کی طرف طلاق کی نسبت نہیں ہے اور شوہر تو سرے سے یہ جملہ کہنے کا ہی انکار کر رہا ہے اس لیے اس کی نیت میں بھی یہ نسبت نہیں ہے اور طلاق کی نسبت عورت کی طرف نہ لفظ میں ہو، نہ نیت میں تو وہ طلاق لغو ہوجاتی ہے، واقع نہیں ہوتی یہاں یہی صورت ہے اس لیے حکم یہ ہے کہ حفصہ خاتون پر طلاق نہ واقع ہو۔ وہ اب بھی محمد عارف کی بیوی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفربها، فقال بالفارسية : "بسه طلاق" ان قال عنيت امرأتي يقع، وان لم يقل شيأ لايقعع اه. یہ جواب سوال میں منقول عورت کے بیان کا ہے اور اگر اس کا بیان مختلف ہوگا تو حکم بھی مختلف ہوگا جس کی ذمے داری سوال مرتب کرنے والے کے سر ہوگی ہمیں حکم ہے کہ جیسا سوال ہو اس کے مطابق جواب دیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

﴾......﴿

بُرے اخلاق والا کامل مومن نہیں

از: مولانا امتیاز احمد مصباحی

اسلام نے خالقِ کائنات کی عبادت و بندگی کے ساتھ مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ اخلاق کا جو تصور پیش کیا ہے اس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی یہاں تک کہ اسلام میں جو عبادتیں فرض ہیں ان میں بھی حسنِ اخلاق کا جلوہ دکھائی دیتا ہے چنانچہ اہم الفرائض نماز کے فوائد میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ بے حیائی اور بری باتوں سے باز رکھتی ہے۔ روزے کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے اور بھوکوں اور پیاسوں کے دکھ درد سمجھنے میں معاون و مددگار رہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں یہ راز پنہاں ہے کہ مال و دولت سے محروم اور غربا وفقرا کی ضروریاتِ زندگی اس سے بحسن وخوبی انجام پاسکیں گویا اس میں انسانی خیر خواہی اور غم خواری کا سبق ہے اور حج میں بھی انسانی وحدت اور حسن اخلاق کی تعلیم ہے گویا اسلام کی اصل روح حسنِ اخلاق ہی ہے۔

انسان جب اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اسے سب سے زیادہ انسانوں سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ انسان اپنی زندگی کے جس مرحلے میں بھی ہو دوسرے انسانوں سے اس کے تعلقات ضرور ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام جو کہ دین فطرت ہے اس نے انسانی طبیعت ومزاج کے مطابق حسنِ اخلاق کی ایسی تعلیم دی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ایک صالح انسانی معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے۔

محسنِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے اخلاقِ کریمہ ہمارے لیے قابلِ اتباع ہیں۔ آپ کا اخلاق اور بندگانِ خدا کے ساتھ آپ کے معاملات اتنے عمدہ اور اچھے تھے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں خود آپ کے عمدہ اخلاق کی تعریف یوں فرماتا ہے: وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم: ۶۸/۴) اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ خلقِ عظیم پر فائز ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب ربِّ کائنات خود آپ کے اخلاق کی تعریف بیان فرمارہا ہے تو پھر آپ کے اخلاق کی بلندی کا کما حقہ اندازہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔

عرب جیسے بدو، جاہل اور ضدی قوم کو اسلام کا حامی بنانا ایک مشکل کام تھا لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام خوبیوں اور کمالات کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کی ایسی تلوار عنایت فرمائی تھی جس سے ان کے کفر وطغیان کا دیو خود بخود مات کھا گیا اور ایک قلیل مدت میں عرب کے چپے چپے پر اسلامی عظمت کا پرچم لہرانے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے قبل اپنی چالیس سالہ حیاتِ مبارکہ میں عربوں کے سامنے اپنا ایسا اخلاق اور کردار پیش فرمایا کہ مخالفین بھی آپ کو صادق وامین کے لقب سے پکارنے لگے۔ حضرت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے حد خلیق تھے، کسی سے ترش روئی کے ساتھ پیش نہیں آتے، کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے، بچوں، بوڑھوں، مجبوروں اور یتیموں ہر ایک کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے چنانچہ سب سے پہلی ہجرت اسلام میں حبشہ کی طرف ہوئی جس میں مہاجرین کی تعداد کل پندرہ تھی۔ گیارہ مرد اور چار عورتیں۔ مسلمانوں کا یہ قافلہ شاہِ حبشہ نجاشی کے ملک میں امن وسلامتی کی زندگی بسر کرنے لگا لیکن قریش نے اپنے آدمی بھیج کر بادشاہ سے ان کے بارے میں شکایت کی تو بادشاہ نے تحقیق حال کے لیے مسلمانوں کو طلب کیا مہاجرین کی جانب سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ کے سامنے جو تقریر کی وہ آپ کے اخلاق ومحاسن کا بین ثبوت ہے۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب نے اس طرح تقریر کی۔

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ اس اثنا میں ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق ودیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو

اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں، پاک دامن عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آئے۔ تو اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں واپس آجائیں۔'' (سیرت ابن ہشام ج ا،ص ۳۶۳مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

حضرت جعفر ابن ابی طالب کی شاہِ حبشہ نجاشی کے دربار میں بیان کردہ یہ تقریر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل عرب کو اخلاق ومحاسن کا درس عظیم دیا اور اسی کے اثر سے دعوت دین کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں باریابی کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: اچھا آنے دو وہ اپنے قبیلے کا اچھا آدمی نہیں ہے لیکن جب وہ خدمتِ مبارک میں حاضر ہوا تو نہایت نرمی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی۔ حضرت عائشہ کو اس پر تعجب ہوا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ تو اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے پھر بھی اس کے ساتھ رفق وملاطفت کے ساتھ کلام کیا۔ آپ نے فرمایا: خدا کے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔ (بخاری، ج ۲،ص ۹۰۵، کتاب الادب، باب المداراۃ مع الناس)

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سراپا رحمت اور پیکرِ الفت ومحبت تھی۔ نرم کلامی، حلم وبردباری، اعتدال ومیانہ روی، صدق ودیانت داری، شجاعت وبہادری، سخاوت ودریادلی، عدل وانصاف، عفو ودرگزر وغیرہ یہ سب وہ صفات ہیں جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے سارے جہان کے لیے آئیڈیل اور رہنما بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور کوئی بھی آئیڈیل اور قابلِ اتباع اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس کے اندر وہ تمام صفات موجود ہوں جو اسے دیگر تمام انسانوں سے ممتاز اور نمایاں کردیں اور ان تمام چیزوں سے اس کی ذات پاک وصاف ہو جو اخلاقِ رزیلہ یا صفاتِ مذمومہ کے تحت آتے ہیں۔

نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت ہمارے لیے دستور العمل ہے۔ فرمان خداوندی ہے لَقَدْ كَانَ لَكُم فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۳۳/۲۱) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنے لیے عملی نمونہ بنائیں اور بالخصوص آپ کے اخلاقِ کریمہ اور صفاتِ حسنہ سے درس لیں اس لیے کہ دونوں جہاں کی کامیابی اسی میں مضمر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمِ امت کے لیے ارشاد فرمایا۔

عن انس بن مالک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد الله اخوانا ولا یحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلاث لیال (بخاری، ج ۲ص، ۸۹۷، حدیث ۸۵۴، کتاب الادب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے پر بغض وحسد نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور اے خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

ایک اور حدیث ہے۔

عن ابن عمران رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیٰمة ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیٰمة (مشکوٰۃ ص ۴۲۲، باب الشفقۃ والرحمۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی مدد چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی تکلیف کو دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیف میں سے ایک تکلیف اس سے دور کردے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ

تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک دوسری حدیث ہے۔

عن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لایؤمن عبد حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ۔ (مشکوٰہ:ص۴۲۲، باب الشفقۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

درج بالا احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغض، حسد، کبر وریا کاری، نفرت وعداوت، مسلمانوں کی عیب جوئی وبے عزتی، ترکِ امداد، اہلِ حاجت کی حاجت روائی سے انحراف، ظلم وزیادتی اور دوسروں کے خسارہ ونقصان کی تمنا وخواہش۔ یہ سب ایسے اعمال ہیں جو شریعت کی نظر میں معتوب ومبغوض ہیں اور انہیں رزائلِ اخلاق کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے اُمتِ مسلمہ کو ان اعمالِ خبیثہ سے اجتناب ضروری ہے۔ خاص طور پر سب سے اخیر والی حدیث اپنے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے بے حد جامع ہے۔ اس حدیث میں وہ تمام چیزیں آ گئیں جنہیں ایک انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے یا اپنے لیے ناپسند کرتا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ہر انسان اپنے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اس کے حق میں منفعت بخش ہو اور ہر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے لیے مضرت رساں ونقصان دہ ہو۔ ایک انسان اپنے لیے جن باتوں کو پسند کرتا ہے ان میں یہ ہے کہ رنج والم کے ہجوم میں اس کا کوئی غم خوار وخیر خواہ ہو، اگر کسی کے ہاتھوں ظلم وستم اور جبر وتشدد کا شکار ہے تو دوسرا اس کی امداد واعانت کرے اور ظالم کے ظلم سے نجات دلائے، اگر وہ بیمار ہے تو کوئی اس کا پرسان حال ہو، اگر قرض ودین کے بوجھ تلے دبا ہے تو کوئی اس کی امداد واعانت کر کے بار قرض سے نجات دلائے، اگر بھوکا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اسے کھانا کھلائے، اگر یتیم ہے تو سوچتا ہے کہ کوئی اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرے اور اگر مجبور ولاچار ہے تو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کوئی اس کی مجبوری ولاچاری دور کرے۔ کوئی اس سے حسد نہ کرے، کوئی اس کی برائی وملامت نہ کرے، کوئی اس کا بدخواہ نہ ہو، کوئی اس کی غیبت نہ کرے، کوئی اس کی چغلی نہ کھائے، نہ ستائے، نہ مارے پیٹے اور نہ کسی قسم کا کوئی ایسا کام انجام دے جس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی طرح سے اس شخص کو بھی غور کرنا چاہیے کہ جب میں ان تمام باتوں کو خود اپنے لیے پسند نہیں کرتا تو اپنے مسلم بھائی کے لیے کیوں کر پسند کروں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ (مشکوٰۃ: کتاب الایمان، حدیث نمبر۲)

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے افعال، اقوال، کردار اور سیرتِ طیبہ سے ہمیں حسنِ معاشرت کا ایسا حسین نمونہ عطا فرمادیا ہے جس کی روشنی میں ہم اپنے تاریک دلوں کی کدورت مٹا سکتے ہیں اور ایک ایسے خاندان ومعاشرے اور ماحول وسوسائٹی کی تشکیل میں کامیاب ہوسکتے ہیں جس کا ہر فرد بشر اسلام کا سچا مبلغ، پابندِ شریعت، متبعِ سنت اور ہر اخلاقی وباطنی امراض سے محفوظ ومامون ہوگا۔

شریعت کے احکام اور احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں جب ہم اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ بے پناہ برائیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے، گھر، خاندان، قصبہ، دیہات یا پھر کوئی تنظیم وتحریک اور مدارس ومکاتب الغرض جہاں کہیں بھی چند افراد ایک ساتھ زندگی کے روز وشب گزارتے ہیں ان کے مابین نا اتفاقی، بغض وحسد، ایک دوسرے کے متعلق شکوہ شکایت اور غیبت و چغل خوری کی وبا عام ہے۔ ایک تنظیم دوسری تنظیم وتحریک کے افراد کی خامیاں نکالنے اور اس کو نیچا دکھانے میں اپنا پورا زور صرف کر دیتی ہے، ہر وقت اسے یہی فکر رہتی ہے کہ اس کے اندر کون سی ایسی خامی تلاش کی جائے جس سے اس کی امیج گھٹ جائے اور معاشرے میں لوگ اسے گری ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اسی طرح سے ایک خانقاہ کے پیر وسجادہ نشین دوسری خانقاہ کے لوگوں کو ہر طرح سے متہم کرنے اور لوگوں کے سامنے ان کی برائیاں کر کے اپنے مریدین و متوسلین کی تعداد میں اضافہ کرنے کے خواہاں رہتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہمارے اردگرد بکھری پڑی ہیں۔

یہ احوال اجتماعی زندگی کے ہیں انفرادی زندگی میں بھی آج کا انسان بے حد خودغرض، مفاد پرست اور انا پرست ہو چکا ہے اپنے آگے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اُفْشُــــو

اُلسَّلَامَ یعنی سلام کو پھیلاؤ مطلب یہ کہ اسے زیادہ سے زیادہ رواج دو مگر آج ہر کوئی یہی سوچتا ہے کہ سامنے والا شخص پہلے مجھے سلام کرے۔ راستے میں کوئی گرفتارِ بلا مل جاتا ہے یا مصیبت کے مارے سے اچانک اتفاق پڑ جاتا ہے تو اس کی پریشانی ومصیبت سن کر ذرہ برابر بھی ہمارے دل میں نرمی و ہمدردی نہیں پیدا ہوتی ہے الا ماشاء اللہ۔غرضیکہ ہمارے اندر بے پناہ خامیاں سرایت کر چکی ہیں جس کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے اُسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور آپ کی اخلاقی تعلیمات وارشادات سے منحرف ہو گئے ہیں۔

ہمارے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت رحم دل اور رقیق القلب تھے۔جب کسی کو رنج ومصیبت میں مبتلا دیکھتے خواہ موافق ہو یا مخالف خود رنجیدہ خاطر ہو جاتے گویا وہ تکلیف آپ ہی کو پہنچی ہو۔

حضرت مصعب بن عمیر ایک صحابی تھے جو اسلام سے پہلے ناز ونعمت میں پلے تھے ان کے والدین بیش قیمت لباس ان کو پہناتے تھے خدا نے ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے۔یہ دیکھ کر کہ لڑکے نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر دیا ہے تو ان کے والدین کی محبت دفعتاً عداوت میں بدل گئی۔ایک روز وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں اس حال میں آئے کہ وہ جسم جو حریر وقاقم میں ملبوس رہتا تھا اس پر پیوند سے ایک کپڑا بھی سالم نہ تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے۔(ترغیب وترہیب، ج ۲؍ص ۲۴۷)

ایک بار ایک صحابی جاہلیت کا اپنا قصہ بیان کر رہے تھے کہ میری ایک چھوٹی لڑکی تھی عرب میں لڑکیوں کو مار ڈالنے کا رواج تھا میں نے بھی اپنی لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیا۔وہ ابا! ابا! کہہ کر پکار رہی تھی اور میں اس پر مٹی کے ڈھیلے ڈال رہا تھا۔اس بے دردی کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے آپ نے فرمایا ’’اس قصہ کو پھر دہراؤ‘‘ان صحابی نے اس دردناک ماجرے کو دوبارہ بیان کیا تو آپ بے اختیار روئے یہاں تک کہ روتے روتے ریش مبارک تر ہو گئی۔(سنن دارمی:باب ما کان علیہ الناس قبل مبعث النبی ، ص ۱۳؍)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انسانی ہمدردی، محبت ورواداری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور پھر آپ کے اخلاق کے نتیجے میں جو اثرات مرتب ہوئے وہ دنیا نے دیکھ لیا کہ تیئس سالہ مختصر مدت میں حامیانِ اسلام کی ایک فوج تیار ہو گئی اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

آج جب کہ بے راہ روی، اخلاقی انحطاط وپستی اور خود غرضی وانا پرستی کا دور دورہ ہے ایسے ماحول میں ہم مسلمانوں کی ذمے داری ہوتی ہے کہ ہم قرآن وسنت کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر عمدہ اخلاق وکردار کا مظاہرہ کریں جس سے دیگر قومیں یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ واقعی اسلام امن وامان، محبت ورواداری اور خیر خواہی و بھائی چارگی کا مذہب ہے اور ہم ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کے مصداق بن جائیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

﴿......﴾

صفحہ ۱۲ کا بقیہ

اور مزید سورۂ زمر میں ہے کہ:

’’تم فرماؤ! اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘ (الزمر: ۵۳) پس ظاہر ہے کہ حضورِ نبیِ امی صلی اللہ علیہ وسلم شافعِ محشر ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کیا خوب فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

خلاصۂ کلام

’’قُلْ‘‘ کے تعلق سے جن آیات میں دوسرے امور کا حکم ہے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کوئی ارشاد نہیں ہے تب بھی اس ’’قل‘‘ بمعنی کہہ دو، یا فرما دو یا کہہ دیجیے یا فرما دیجیے سے بھی آپ کی نعتِ پاک ظاہر ہے۔پس......

قرآنی قل: نعت ختم الرسل ہے۔

﴿......﴾

دین کا صحیح تصور

اسلام کی روح سے قریب کرنے والی ایک فکر انگیز تحریر

از: مصطفیٰ کمال

تصورِ دین کے بارے میں ایک اہم نکتہ کہ جس پیغام کو آپ لے کر جائیں اور آگے پھیلائیں، یہ ہے کہ دین کا ویژن کیا دیتا ہے؟ ہمارے دین کی تمام تعلیمات کن بنیادی تصورات (Basic Concepts) پر مبنی ہیں؟ یا ان کی Basic Foundiation اور بنیادی روح کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہم عرض کرتے ہیں کہ درج ذیل پانچ چیزوں سے ہمارے دین کا vision قائم ہوتا ہے۔

۱۔محبت ومودت

۲۔امن وسلامتی

۳۔اَدب واحترام

۴۔علم ومعرفت

۵۔خدمت وفتوت

یعنی ان پانچ اشیا پر ہمارا تصورِ دین قائم ہے اب ہم ہر ایک پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

۱۔محبت ومؤدت

جب ہم محبت کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر تعلق جو دین میں ہے، کی اساس محبت کو بنائیں گے۔اسے آپ کو اپنی عملی زندگی میں لانا ہے۔عملی زندگی میں اس کو جاری وساری کرنا، نافذ کرنا پھر قیادت جس سطح پر بھی ہے اور اس کے افراد کے درمیان جو ربط ہے اس کو اسی پر قائم کرنا اور بالآخر معاشرے کا پورا ماحول اسی پر استوار کرنا ہے کیوں کہ اگر آپ یہ کریں گے تو آپ اپنے اس قول میں سچے ثابت ہوں گے جو آپ اپنے دین کے بارے میں کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے بندے کا تعلق محبت پر قائم ہے رسولِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امتی کا تعلق محبت پر قائم ہے۔صحابہ اور اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تعلق محبت پر قائم ہے۔اولیا وصالحین سے تعلق محبت پر قائم ہے۔بڑوں سے تعلق محبت پر قائم ہے۔چھوٹوں سے تعلق شفقت ومحبت پر قائم ہے۔اللہ کی مخلوق سے تعلق محبت پر قائم ہے۔اب محبت کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں کوئی محبت، ادب وتعظیم میں بدل جاتی ہے، کہیں محبت، شفقت ورحمت میں بدل جاتی ہے اور کہیں محبت، مؤدت اور اخوت میں بدل جاتی ہے۔جس طرح کا رشتہ اور نسبت ہوتی ہے تو وہ محبت اسی طرح کے روپ دھار لیتی ہے۔یہاں میں مختصراً سمجھانا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے تصورِ دین کا پہلا عنصر اور رُکن محبت ہے۔اسے ہم محبت ومودّت بھی کہہ سکتے ہیں کیوں کہ میاں بیوی کے درمیان بھی اللہ تعالیٰ نے مودت قائم کی ہے۔اللہ کے نیک بندوں اور اولیا وصالحین کے لیے لوگوں کے دلوں میں اللہ نے محبت ومؤدت قائم کی ہے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بھی محبت ہے۔

۲۔امن وسلامتی

امن وسلامتی کا معنی یہ ہے کہ دین کے تصور اور دین کے ویژن میں کسی سطح پر انتہا پسندی (Extremism) اور دہشت گردی (Terrorism) نہیں ہے۔جب یہ دونوں چیزیں نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ پھر تشدد کہاں سے آئے گا! ہمارا تصورِ دین دیگر مذاہب کے تصور کی بنسبت Extremism اور Terrorism کا سب سے بڑا دشمن ہے۔کسی مرحلے اور کسی سطح پر ہمیں انتہا پسندی گوارا نہیں ہے ہم اس کو دین کے خلاف سمجھتے ہیں خواہ انتہا پسندی سوچ میں ہو یا آپس کے معاملات میں۔یہ بات اس لیے بتا رہا ہوں کہ عقیدہ اور فکر دو الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں کو درست کرنا چاہیے۔عقیدہ (Faith اور Beilief) سے Theology بنتی ہے اور سوچ وفکر (Thought) سے Idealogy بنتی ہے۔آپ کو اپنی Theology اور اپنی Idealogy میں Clear ہونا چاہیے۔دونوں کو جمع کریں تو یہ آپ کا

فلسفہ بنتا ہے۔

کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ کے دین کی Philosophy کیا ہے؟ تو آپ بتائیں کہ ہمارا اعتقادی اور فکری و نظریاتی فلسفہ امن وسلامتی پر قائم ہے۔ ہر جگہ اور ہر ایک تعلق میں امن و رحمت ہے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی ہے ایک دوسرے کا ادب و احترام ہے چھوٹے کے ساتھ شفقت و محبت ہے حتی کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہمارا تعلق امن وسلامتی اور بھلائی کے ساتھ قائم ہے۔ ہمارا تصور وہ ہے جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے کہ غیر مسلمانوں کے جان و مال کی قدرت و قیمت اسی طرح ہے جیسے مسلمان کی ہے۔ نہ اس کی جائیداد کو تلف کر سکتے ہیں اور نہ ان کے مال کو لوٹ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں اگر غیر مسلموں کے گھر خنزیر اور شراب رکھی ہے اور کوئی مسلمان اس خنزیر کو مار دے اور شراب کو انڈیل دے یا برتن توڑ کر نقصان پہنچا دے تو اس مسلمان پر تاوان واجب ہے۔ غیر مسلموں کو اس کا جرمانہ اور قیمت ادا کی جائے گی۔ حالاں کہ اسلام میں یہ چیزیں نجس اور حرام ہیں مگر نجس اور حرام کا حکم اُن کے لیے نہیں تھا ان کی تو property اور مال تھا۔ اگر مسلمان کے پاس ہو تو یہ مال ہی شمار نہیں ہوتا یعنی اگر کسی مسلمان نے (معاذ اللہ) خنزیر پال رکھا ہو یا (اللہ نہ کرے) کسی مسلمان نے گھر میں شراب رکھی ہو اور کوئی اسے توڑ دے اور خنزیر کو مار دے تو اس کا کوئی تاوان نہیں کیوں کہ شریعت اس کو مال ہی نہیں مانتی۔

آپ نے دیکھا کہ کتنا امن وسلامتی والا دین ہے کہ جو دین غیر مسلموں کے لیے بھی ان کے خنزیر اور شراب کو تلف کرنے کی اجازت نہیں دیتا وہ ان کی دیگر مال و جان اور properties کو کس طرح تلف کرے گا۔ ہماری societies میں جہالت ہے اور جہالت بھی انتہا پسندی کا سبب بنتی ہے کیوں کہ جب مکمل علم نہیں ہوتا تو جہالت کی وجہ سے پیدا ہونے والے علم کے اس خلا کو انتہا پسندی پُر کر دیتی ہے۔ دینِ اسلام میں جانوروں کے ساتھ بھی امن وسلامتی کا رشتہ ہے جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں۔ اسلام سراسر دینِ رحمت ہے جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے تین درجے ہیں: اسلام، ایمان اور احسان اور تینوں لفظوں کے اندر امن وسلامتی کا معنی پایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ امن وسلامتی اسلام کا بھی معنی ہے، ایمان کا بھی معنی ہے اور احسان کا بھی۔ خیر کا معنی ہے: ہمیشہ شر کو دور کرنا اور سیئہ (برائی) کو حسنۃ (اچھائی) سے دور کرنا، ظلم کو احسان کے ساتھ دور کرنا، یہ امن وسلامتی کا concept ہے جسے آپ کو عملی زندگی میں نافذ کرنا ہے آپ اس کا پیکر بنیں۔ امن وسلامتی تو یہ ہے کہ پھر طبیعتیں امن وسلامتی والی بن جائیں، مزاج بھی پُر امن بن جائیں جس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ اس message کو پھیلائیں بھی اور اپنے اندر بھی پیدا کریں تا کہ لوگ جب آپ سے ملیں تو ان کو ٹھنڈک، قرار اور سکون ملے۔ وہ امن وسلامتی محسوس کریں کہ کسی سلامتی والے بندے سے مل کے آرہے ہیں۔

۳۔ ادب واحترام

تیسری چیز ہمارے vision of Islam میں ادب ہے۔ اس کی جمع آداب (etiquettes) اور manners ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ اچھے تعلقات رہیں ہم اس ادب کو ملحوظ رکھنا دین کی روح سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو پرواہ ہی نہیں کرتے مگر ہم ادب کو علم پر بھی مقدم جانتے ہیں۔ ادب کے لیے تربیت ہے اور علم کے لیے تعلیم ہے اور تربیت تعلیم پر مقدم ہے۔ اس تربیت میں بڑا اہم کردار صحبت کا ہوتا ہے۔ صحبت جسمانی اور روحانی بھی ہوتی ہے۔ دور کی صحبت بھی ہے جیسے یہ کیسٹس ہیں، CD s اور DVDs ہیں، ویڈیو کانفرنسز ہیں، ٹی وی چینلز ہیں، آپ سامنے بیٹھے ہیں اور گفتگو ہو رہی ہے خطاب ہو رہے ہیں۔ یہ سب صحبت کی شکلیں ہیں۔ پہلے زمانے میں صحبت اختیار کرنے کے لیے لوگ لمبے سفر کر کے مجلس میں بیٹھتے تھے۔ اب موجودہ دور میں اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ آپ اگر خطاب کی DVD لگا کر بیٹھ جائیں تو ایسے ہی ہے جیسے سامنے صحبت میں آکر بیٹھ گئے ہوں۔

صحبت اختیار کرنے کے لیے آپ کو ایک conceptual direction پیدا کرنی ہے، ایک جہت (dimension) بنانی ہے اور ایک نیت اور دھیان قائم کرنا ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ صحبت کا مقصد تربیت ہونی چاہیے محض حصولِ برکت نہیں۔ ہمارے یہاں صحبت کا مقصد صرف حصولِ برکت رہ گیا ہے جب کہ صحبت کا اصل مقصد تربیت ہے۔ جس نے تربیت حاصل نہیں کی گویا اس نے صحبت

اختیار نہیں کی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ابوجہل، ابولہب اور کفار و مشرکین بھی آتے اور بیٹھتے تھے اور مدینۂ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی مجالس میں کئی سالوں تک منافقین بھی بیٹھتے رہے۔ وہ منافقین سفر وحضر میں بھی ساتھ ہوتے تھے اور پیچھے کھڑے ہو کر نماز بھی پڑھتے تھے لیکن قرآنِ حکیم نے ان کے بارے میں فرمایا: وَاِذَا قَـامُوْٓا اِلَـی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالیٰ یُرَآءُ وْنَ النَّاسَ اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سستی کے ساتھ (محض) لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے۔

اب نماز سے بڑھ کر ظاہری صحبت کیا ہوسکتی ہے مگر مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسے صحبت نہیں مانا کیوں کہ اس ساتھ کو صحبت کہتے ہیں جس سے بندہ تربیت حاصل کرے اور اپنی زندگی میں اس کو منعکس اور منتقل کرے۔ اس تربیت کا مقصود ہے کہ وہ باادب بنے۔ اب ادب کئی طرح کا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب ہے، صحابۂ کرام واہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ادب ہے، اولیا وصالحین کا ادب ہے، بڑوں اور والدین کا ادب ہے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا بھی ادب ہے اور چھوٹے بچوں اور اولاد کا ادب ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کا ادب کیا ہے؟ یاد رکھ لیں! ادب کا تصور بڑا وسیع ہے اور یہ حقوق کی ادائیگی کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات ونباتات اور جمادات کا بھی ادب ہے۔ جس کے ساتھ آپ dealing اور behave کر رہے ہیں اس کا جو حق آپ کے ذمے بنتا ہے اس کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کو ادب کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا جو حق بنتا ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو حق اُمت پر ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ بڑوں کا چھوٹوں پر جو حق ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ چھوٹوں کا بڑوں پر جو حق ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ پڑوسیوں کا پڑوسیوں پر جو حق ہے اسے ادا کرنا ادب ہے۔ مخلوقِ خدا سمجھ کر جانوروں اور پرندوں کے حقوق ادا کرنا ادب ہے تاکہ انہیں اذیت دی جائے نہ بھوکا پیاسا رکھا جائے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ دین سارا ادب کا نام ہے۔ یہ علم نہیں ہے بلکہ ادب ہے۔ اگر دین اصلاً علم ہوتا تو اس کی بنیاد ایمان بالغیب پر نہ رکھی جاتی۔ ایمان بالغیب یعنی بن دیکھے مان لینے میں علم کی نفی ہے جو source of knowledge ہے یعنی پڑھنا، لکھنا، سیکھنا، سمجھنا اس کے بغیر ماننا ادب ہے اور دیکھ بھال اور سمجھ کے ماننا علم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور دین کی بنیاد ایمان بالغیب پر رکھی ہے۔ اولیاء اللہ کہا کرتے ہیں کہ دین سارا ادب ہے اسی لیے وہ زندگی کا طویل زمانہ ادب سیکھنے میں صرف کرتے اس لیے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوامت کی تربیت فرمائی اور قرآنِ حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرائضِ نبوت میں تربیت یعنی ادب سیکھنے کو پہلے اور علم کو بعد میں ذکر کیا ہے: کَمَـآاَرْسَلْـنَـا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِـنَـا وَیُـزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَـمْ تَـکُـوْنُـوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ اسی طرح ہم نے تمہارے پاس تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسا وقلبا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیتِ کریمہ میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتے ہیں تاکہ اس سے تم میں نور پیدا ہو اور اس نور سے تمہیں شعور ملے، ایک تڑپ پیدا ہو پھر تزکیہ کرتے ہیں یعنی صحبت کے ذریعے تمہیں ادب دیتے ہیں تاکہ تمہیں باادب بنائیں پھر کتاب وحکمت کی تعلیم سے نوازتے ہیں اور پھر اسرار ورموز اور معرفت سکھاتے ہیں۔

ان steps میں ادب مقدم ہے اور علم مؤخر اس لیے جس علم سے پہلے ادب نہ آیا وہ علم ہمیشہ بندے کو گمراہ کرتا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو لوگ گمراہ ہو گئے ان کے پاس علم نہیں تھا؟ ان کے پاس بھی علم تھا اور جو آج کے زمانے میں گمراہ ہیں ان کے پاس بھی علم ہے مگر ادب نہیں ہے۔ ادب، علم کو نور میں بدل دیتا ہے، ادب، علم کو نافع بناتا ہے اور ادب بندے کو عاجزی وانکساری کا پیکر بناتا ہے۔

۴۔ علم ومعرفت

ہمارے ویژن میں چوتھی چیز علم ومعرفت ہے۔ علم والے اور بغیر علم والے کبھی برابر نہیں ہوتے۔ قرآنِ حکیم کا فرمان ہے: قُـلْ هَـلْ

يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔فرما دیجیے کیا جولوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں؟

یہ امر باعثِ افسوس ہے کہ تعلیم وتربیت کی اصطلاح ہمارے یہاں ایک لفظی اور صوتی ترتیب بن گئی ہے مگر حقیقت میں پہلے تربیت ہے پھر تعلیم یعنی تربیت و تعلیم ۔ایک خاص نکتہ بتادوں کہ اگر تعلیم کو پہلے لے لیں تو تعلیم مکمل کرنے کے بعد کبھی تربیت نہ ہوگی کیوں کہ وہ تعلیم ، بڑائی اور تکبر پیدا کر دیتی ہے جو تربیت کے بغیر ہو۔ پھر بندہ سمجھتا ہے کہ مجھے سارا پتہ چل گیا ہے۔ یہاں آپ کو دلچسپ اور لطیف نکتہ بتاؤں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ تعمیر کیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کی التجا کی اور دعا کی کہ باری تعالیٰ! ایسا رسول نبی آخر الزماں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھیج کہ وہ یہ کام کرے تو جو ترتیب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے نکلی وہ یہ ہے:
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان (کے نفوس وقلوب) کو خوب پاک صاف کر دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں تعلیم کی بات پہلے عرض کی اور تزکیہ کی بات بعد میں لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دعا کو قبول کیا تو تزکیہ یعنی تربیت کو پہلے رکھا پھر تعلیم کو رکھا۔ ارشاد فرمایا:
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے۔

جب قبولیت کا massage آیا تو اللہ تعالیٰ نے ترتیب کی اصلاح کرتے ہوئے اسے تبدیل کر دیا اور فرمایا: نہیں ابراہیم! وہ تزکیہ وتربیت پہلے کرے گا اور کتاب وحکمت کی تعلیم بعد میں دے گا یہی وجہ ہے کہ اسی تربیت سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہلِ بیت عظام بنے۔ اگر پہلے تعلیم ہوتی اور تربیت رہ جاتی تو پھر یہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل نمونے تیار نہ ہوتے۔ جب ہم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مکی زندگی کے پہلے تیرہ سال تربیت کے ہیں اور مدنی زندگی کے سال تعلیم وتعلم کے حوالے سے۔ قرآنِ حکیم میں مذکور بہت زیادہ subject مکی زندگی میں نہیں اترے بلکہ کثرتِ عبادات ومعاملات اور مالیات کے سارے subjects مدنی زندگی میں اترے۔ گویا تربیت مکہ معظّمہ میں ہوئی اور تعلیم مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو ایسی society کو نہیں چنا جو بہت زیادہ تعلیم یافتہ اور فلسفی ہو کیوں کہ ان کو اپنے علم پر بڑا ناز ہوتا ہے۔ اگر تعلیم یافتہ لوگوں میں مبعوث کیا جاتا تو پھر یونان میں یا Roman Empire میں کیا جاتا کیوں کہ اس وقت یہ سائنس کی civilization تھی لیکن قرآن پاک کی رُو سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَن پڑھ لوگوں میں مبعوث کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

اَن پڑھوں کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس تعلیم نہیں تھی کیوں کہ ان لوگوں کے پاس گھمنڈ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ان کی تربیت کر کے اچھا انسان بنایا پھر ان کو تعلیم دی کیوں کہ تربیت کے بعد تعلیم انسان کو کمال عطا کرتی ہے اور شعور ہمیشہ تربیت سے ملتا ہے۔ بعض اوقات بہت کم تعلیم یافتہ لوگوں کا شعور زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات لوگ اعلیٰ ڈگریاں لے لیتے ہیں یہاں تک کہ PhD کر لیتے ہیں مگر شعور کا فقدان ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں زیادہ پڑھ لکھ جانے والے لوگ خود اس بات کا عملی نمونہ اور شہادت ہیں۔ کئی لوگ اَن پڑھ اور سادہ ہوتے ہیں مگر پتے کی بات انہیں معلوم ہوتی ہے اور سادہ سادہ باتوں میں شعور کی بات کر جاتے ہیں۔

۵۔خدمت وفتوت

پانچویں چیز خدمت اور فتوت (اُخوت و بھائی چارہ) ہے یعنی

ہر ایک کے ساتھ حسنِ خلق سے پیش آنا، ایثار کرنا، دوسرے کی تکلیف دور کرنا، ہر ایک کی خدمت کرنا، اپنے حقوق دوسرے پر قربان کرنا، خود تکلیف اٹھانا اور دوسرے کی تکلیف رفع کرنا، ہر لمحہ اپنے بھائیوں اور بہنوں اور والدین کی خدمت کرنا۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ اولیائے کرام کا واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں: ہم چالیس افراد کی جماعت کسی ولی اللہ کے پاس ملاقات کے لیے گئی۔ انہوں نے ہمارے لیے کھانا تیار کروایا لیکن کھانا چالیس آدمیوں کے لیے تھوڑا تھا۔ انہوں نے دستر خوان لگا کر رکھ دیا سب نے دیکھ لیا پھر میزبان نے چراغ گل کر دیے اور کہا کہ بسم اللہ کریں۔ اب کافی دیر تک برتنوں کی آواز آتی رہی مگر جب چراغ جلایا گیا تو ساری پلیٹیں اور ڈونگے بھرے پڑے تھے۔ کسی ایک نے بھی کھانا نہیں کھایا جب کہ ہر کوئی اپنے ہاتھ مار کر ظاہر کرتا رہا کہ میں کھا رہا ہوں اور کھایا اس لیے نہیں کہ ہر ایک کا خیال تھا کہ کھانا چوں کہ کم ہے لہٰذا میں نے کھالیا تو دوسرا بھوکا نہ رہ جائے۔ یہ ایثار اور قربانی کا عظیم عملی مظاہرہ تھا۔ یہ تصورِ خدمت ہے۔ اسی کو فتوت یعنی اُخوت کہتے ہیں اور خدمت کا یہ تصور سلوک و تصوف سے ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ پانچ چیزیں تصورِ دین ہیں آپ اس پر معلوم نہیں کتنی محنت اور عمل کرتے ہیں؟ یہ پانچ چیزیں جب ملتی ہیں تو تصورِ دین بنتا ہے باقی سب قصے کہانیاں اور لوگوں کے ساتھ دھوکہ بازی ہے۔ اخیر میں میں یہ کہوں گا کہ دھوکہ بازی سے پرہیز کریں اور جو دین کی اصل روح ہے اسے سمجھیں، اپنی زندگی میں اُجاگر کریں اور اس کی تبلیغ کریں۔ اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور سب سے بہتر تبلیغ آپ کی اپنی زندگی میں اس کا عملی اظہار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو کامیابی دے۔ اس پیغام کو ایک ایک گھر میں پہنچائیں، دین کی دعوت کو فروغ دیں اور اس کے ذریعے افرادی قوت اور تنظیمات بڑھائیں۔ اس کے بغیر معاشرے میں مصطفوی انقلاب نہیں آئے گا۔ دنیا بہت آگے نکل گئی ہے جب کہ مسلمان بہت پیچھے چلا گیا ہے بلکہ اب تو وہ گڑھے میں گرنے کے قریب جا پہنچا ہے۔ اس کے لیے روک تھام آپ کو کرنی ہے مگر دنگے فساد سے نہیں بلکہ روک تھام آپ کو دعوت و تبلیغ اور دین کے درست تصور کو عملی جامہ پہنا کر کرنی ہے۔

﴿.....﴾

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ
کے
قبول اسلام اور تبلیغِ اسلام کی کہانی خود ان کی زبانی

از: مولانا مظہر حسین علیمی

نام ونسب: آپ کا اسمِ گرامی طفیل اور لقب ذوالنور ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: طفیل بن عمرو بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سُلیم بن فہم بن غنم بن دوس بن عُدُ ثان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن نصر ابن الازواز دی دوسی۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی دورِ جاہلیت میں قبیلۂ دوس کے سردار اور عرب کے ممتاز شرفا میں سے تھے آپ کا شمار گنتی کے اصحابِ مروت وانسانیت میں تھا۔ آپ کے گھر پر چولہے سے ہانڈی نہیں اترتی تھی اور رات میں آنے والے کسی مسافر پر آپ کا دروازہ بند نہیں ہوتا تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے، خوف زدہ کو امان دیتے اور پناہ جو کو پناہ دیتے۔ مزید برآں آپ ایک صاحبِ عقل اور ماہر ادیب تھے۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی بستی کو (جو تہامہ میں آباد تھی) چھوڑ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اس وقت رسولِ کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ اور کفارِ قریش کے مابین اختلاف اور رسہ کشی جاری تھی۔ رسولِ کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ اپنے رب کی طرف بلا رہے تھے آپ کا ہتھیار ایمان اور حق پر ثابت قدمی تھا جب کہ کفار قریش ہر قسم کے ہتھیار سے لیس ہو کر آپ کی دعوت کا مقابلہ کر رہے تھے اور ہر طرح سے لوگوں کو آپ کی دعوت پر لبیک کہنے سے روک رہے تھے۔ حضرت طفیل نے اپنے دل میں سوچا کہ میں بغیر کسی تیاری اور بغیر قصد وارادے کے معرکے کی گہرائی میں اتر گیا ہوں کیوں کہ آپ اس مقصد کے تحت مکہ نہیں آئے تھے نہ اس سے قبل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کفار قریش کا خیال آپ کے دل میں گزرا تھا۔ یہیں سے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی ناقابل فراموش داستان شروع ہوتی ہے۔ ہم اسے ضرور سنیں اس لیے کہ وہ بہت عجیب وغریب داستان ہے۔

حضرت طفیل کی کہانی انہی کی زبانی

فرماتے ہیں: میں مکہ آیا جوں ہی سردارانِ قریش نے مجھے دیکھا میرے پاس آپہنچے میرا پرتپاک استقبال کیا اور بڑی عزت افزائی کی۔ پھر قریش کے سردار میرے پاس اکٹھا ہو گئے اور بولے کہ طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہوئے ہو۔ یہ شخص جس کا گمان ہے کہ وہ نبی ہے اس نے ہمارے معاملے کو تباہ وبرباد کر دیا، ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم جن مصائب سے دوچار ہیں کہیں وہ تم اور تمہاری قوم کے لیڈروں تک نہ پہنچ جائیں لہٰذا اس سے بات مت کرنا اور ہرگز اس کی کوئی بات نہ سننا کیوں کہ اس کی باتوں میں جادو ہے۔ وہ باپ اور بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی کے مابین تفرقہ ڈال دیتا ہے۔

حضرت طفیل کہتے ہیں: بخدا! وہ لوگ مجھ سے آپ کے متعلق عجیب وغریب باتیں بتاتے رہے اور آپ کے عجیب وغریب کردار کے متعلق مجھے اور میری قوم کو اندیشے میں مبتلا کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے عزمِ مصمم کر لیا کہ میں ان کے قریب نہ جاؤں گا، نہ ان سے کلام کروں گا اور نہ ان کی کوئی بات سنوں گا۔ صبح جب خانۂ کعبہ کے طواف اور اُن بتوں سے تبرک حاصل کرنے کے لیے گیا جن کا ہم قصد کرتے اور تعظیم کرتے تھے تو میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں محمد کی کوئی بات میرے کانوں تک نہ پہنچ جائے لیکن جب میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ اس وقت کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ نماز ہماری نماز سے مختلف تھی اور آپ ہماری عبادت سے مختلف عبادت میں مصروف تھے۔ اس منظر نے مجھے اپنا اسیر بنا لیا اور آپ کی عبادت نے میرے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میں بغیر قصد وارادے کے آہستہ آہستہ آپ سے قریب ہونے لگا یہاں تک کہ بالکل قریب ہو گیا۔ آپ کے کلام کا کچھ حصہ میرے کانوں میں پڑ گیا تو میں نے خوبصورت کلام سنا اور اپنے دل میں کہا اے طفیل! تیری ماں

تجھ سے محروم ہو جائے تو تو عقل مند شاعر ہے اور تجھ پر کلام کا حُسن وقبح پوشیدہ نہیں ہے لہٰذا اس شخص کی باتیں سننے سے کون سا امر مانع ہے؟ اگر اس کی باتیں اچھی لگیں تو قبول کرلوں گا اور اگر بری لگیں تو چھوڑ دوں گا۔

حضرت طفیل فرماتے ہیں: میں رُکا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ گھر میں داخل ہوئے میں آپ کے پاس گیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ کی قوم نے آپ کے تعلق سے اس طرح کی باتیں کہی ہیں بخدا! وہ لوگ مجھے آپ کے بارے میں ڈراتے اور دھمکاتے رہے یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں آپ کی باتیں میرے کانوں میں پہنچ نہ جائیں لیکن اللہ کو منظور تھا کہ میں آپ کی باتیں سنوں۔ بہر حال میں نے آپ کے کلام کو حسین پایا آپ اپنی بات مجھ پر پیش کیجیے۔

آپ نے میری درخواست پر اپنا کلام پیش کیا اور سورۂ اخلاص وسورۂ فلق کی تلاوت فرمائی۔ بخدا اس سے پہلے اتنا عمدہ کلام میں نے نہیں سنا تھا اور نہ اس سے بہتر بات سنی تھی۔ میں نے آپ کے سامنے اپنے ہاتھ بڑھا دیے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر داخلِ اسلام ہو گیا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں: میں ایک عرصے تک مکہ میں مقیم رہا اور دین کی تعلیمات سیکھتا رہا اور قرآن کی کچھ سورتیں یاد کرلیں۔ جب میں نے اپنی قوم کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرے قبیلے میں میری اطاعت کی جاتی ہے۔ میں ان کے پاس جا رہا ہوں انہیں دعوتِ اسلام پیش کروں گا۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا کیجیے کہ میرے لیے کوئی نشانی بنا دے تاکہ دعوتِ اسلام میں وہ میری معاون ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَّہٗ آیَۃً اے اللہ! اس کے لیے نشانی بنا دے۔

پھر میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا جب میں ان کی بستیوں کے قریب ایک مقام پر پہنچا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہو گیا۔ میں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اے اللہ! اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور کر دے اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری قوم کے لوگ کہیں گے کہ باپ دادا کے دین کو چھوڑنے کی سزا اسے مل گئی ہے۔ چنانچہ وہ نور میرے سر کے بالائی حصے پر آ گیا لوگ اس نور کو میری چوٹی پر قندیل کی طرح معلق دیکھتے تھے اور میں گھاٹی سے ان کی طرف اُتر رہا تھا۔ جب میں پہنچا تو میرے بوڑھے والد میرے پاس آئے۔ میں نے کہا آپ مجھ سے دور ہو جائیں اس لیے کہ اب آپ کا اور میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میرے والد نے کہا بیٹے! ایسا کیوں؟ میں نے کہا میں اسلام کی آغوش میں پناہ لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیرو ہو چکا ہوں۔ میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! جو تمہارا دین ہے وہی میرا دین ہے۔ میں نے کہا جائیے غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنیے۔ انہوں نے جا کر غسل کیا پھر میرے پاس آئے میں نے اُن پر اسلام پیش کیا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے کہا مجھ سے دور ہو جا، میرا اور تیرا کوئی رشتہ نہیں۔ بیوی بولی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ اسلام نے میرے اور تمہارے درمیان تفریق پیدا کر دی ہے میں اسلام لا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیرو بن گیا ہوں۔ بیوی نے کہا میرا بھی دین وہی ہے جو آپ کا ہے۔ حضرت طفیل فرماتے ہیں کہ میں نے کہا جا کر ذوالشریٰ (قبیلہ ٔ دوس کا بت جس کے پاس سے پہاڑ کا پانی گرتا تھا) کے پانی سے غسل کر کے آ۔ بیوی نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان! کیا آپ ذوالشری کے تعلق سے خوف کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ہلاکت ہو تیرے اور ذوالشری کے لیے، جا وہاں لوگوں سے دور ہٹ کر غسل کر لے، میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ یہ گونگا پتھر تیرا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔

حضرت طفیل دوسی آگے فرماتے ہیں کہ یہ سن کر وہ گئی اور غسل کر کے آ گئی میں نے اس پر اسلام کو پیش کیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر میں نے قبیلۂ دوس کو اسلام کی دعوت پیش کی مگر انہوں نے میری دعوت پر لبیک نہ کہا بلکہ تاخیر کی سوائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ آپ نے بہت جلد اسلام قبول کرلیا۔

پھر میں دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ حاضر ہوا میرے ساتھ حضرت ابو ہریرہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے طفیل! دوسرے لوگوں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی وہ ایسے لوگ ہیں جن کے دلوں پر پردے اور کفر شدید ہے

اور اہلِ دوس پر فسق و نافرمانی غالب آ چکی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، وضو فرما کر نماز ادا فرمائی اور اپنے دست ہائے مبارک آسمان کی جانب اٹھا دیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضور کو اس حالت میں دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ میری قوم کے لیے دعاے ہلاکت نہ فرما دیں جس سے وہ سب ہلاک و برباد ہو جائیں۔ میں نے کہا: ہائے میری قوم! لیکن اس کے برعکس ہوا کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں مصروف دعا ہوئے: اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا، اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا، اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ! قوم دوس کو ہدایت سے سرفراز فرما۔ اے اللہ! دوس کو ہدایت نصیب فرما۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اپنی قوم کے پاس جاؤ، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو اور انہیں اسلام کی دعوت پیش کرو۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اہلِ دوس کو سرزمینِ دوس پر اسلام کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس دوران جنگِ بدر، جنگِ اُحد اور جنگِ خندق گزر گئیں۔ اب جب میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے ساتھ دوس کے ایسے اسّی گھرانے تھے جو اسلام کی دولت سے مشرف ہو چکے تھے اور وہ اسلام پر جم چکے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ ہمیں بھی خیبر سے ملا ہوا مالِ غنیمت عطا فرمایا۔ پھر ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں اپنے غزوات کا میمنہ (دایاں حصہ) بنا لیجیے اور ہمارے شعار کو مبرور فرما دیجیے۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہا حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے عمرو بن حممہ کے دو ہاتھ والے بت کی طرف بھیج دیجیے تا کہ میں اسے جلا دوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو اس کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ اپنی قوم کے کچھ افراد کو لے کر اُس بت کے پاس گئے جب آپ نے اسے جلانے کا ارادہ کیا تو عورتیں بچے اس بت کی دفاع میں اکٹھا ہو گئے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ ان پر بجلی آ گرے اگر وہ ذوالکفین کو ضرر پہنچائے لیکن حضرت طفیل بت پرستوں کی موجودگی میں اس بت پر ٹوٹ پڑے اور بت کے اندر آگ لگا دی اور اس وقت آپ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے:

يَاذَاالْكَفَّيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَا
مِيْلَادُنَا اَقْدَمُ مِنْ مِيْلَادِكَا
اِنِّيْ حَشَوْتُ النَّارَ فِيْ فُؤَادِكَا

ترجمہ: اے دو ہاتھوں والے صنم! اب میں تیرا پجاری نہیں ہوں۔ میری پیدائش تیری پیدائش سے قدیم ہے میں نے تیرے دل میں شعلے بھڑکا دیے۔

اس آگ نے صرف اُس بت کو تہس نہس نہیں کیا بلکہ اُس کے ساتھ قبیلۂ دوس کے دل سے شرک و کفر کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ دیا۔ پوری قوم اسلام کے دامنِ پناہ میں آ گئی۔ اس کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی بارگاہِ رسول میں مستقل رہنے لگے یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ جب خلافت کی ذمے داری یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آئی تو اپنی جان، تلوار اور اولاد کو خلیفۂ رسول کی اطاعت میں لگا دیا۔ جب فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا تو آپ اسلامی لشکر کے ساتھ مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لیے نکلے آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے حضرت عمرو بھی تھے۔

آپ یمامہ کے راستے میں تھے کہ آپ نے خواب دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بیان کرو۔ ساتھیوں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیا خواب دیکھا ہے؟ آپ نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر مونڈ دیا گیا ہے اور ایک پرندہ میرے منہ سے نکلا ہے۔ ایک عورت نے مجھے اپنے پیٹ میں داخل کر لیا ہے اور میرے بیٹے عمرو مجھ سے جلد بازی کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن وہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ سب خیر ہے۔ حضرت طفیل بولے لیکن بخدا! میں نے تو اس کی تعبیر یہ نکالی ہے کہ سر مونڈنے سے مراد یہ ہے کہ اُسے جسم سے جدا کر دیا جائے گا۔ منہ سے پرندے کے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ میری روح نکل جائے گی اور عورت جس نے مجھے اپنے پیٹ میں داخل کر لیا ہے وہ زمین ہے جس میں مجھے دفن کیا جائے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ میں شہید ہوں گا اور میرے بیٹے کا مجھ سے مطالبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شہادت طلب کر رہے تھے جس سے میں سرفراز ہونے والا ہوں

لیکن انہیں شہادت بعد میں ملے گی''۔

جنگِ یمامہ میں اس جلیل القدر صحابی نے بڑے مصائب برداشت کیے یہاں تک کہ اُسی سرزمین پر زخم خوردہ شہید ہوگئے۔ آپ کے صاحب زادے حضرت عمرو جنگ میں مصروف رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہوگئے اور داہنی ہتھیلی کٹ گئی۔ آپ اپنے والد اور ہاتھ کو یمامہ کی سرزمین پر چھوڑ کر مدینہ واپس آگئے۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے قوم کو کھانے کے لیے بلایا۔ حضرت عمرو بن طفیل کنارے چلے گئے حضرت عمر فاروق نے فرمایا: شاید آپ اپنے ہاتھ پر نادم ہو کر کھانے سے کنارہ کش ہوئے ہیں۔ حضرت عمرو نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے صحیح فرمایا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: بخدا میں اس کھانے کو ہاتھ نہ لگاؤں گا جب تک کہ تم اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے اسے مس نہ کردو۔ بخدا! قوم میں سوائے آپ کے کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کا بعض جسم (ہاتھ) جنت میں ہو۔

جب سے آپ کے والد آپ سے جدا ہوئے تھے اس وقت سے شہادت کے آثار آپ پر نمایاں تھے۔ جب جنگِ یرموک ہوئی تو آپ اس میں شریک ہوئے اور اس وقت تک لڑتے رہے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمالیا اس طرح آپ کے والد کی تمنا پوری ہوئی۔ اللہ رب العزت حضرت طفیل بن عمرو دوسی پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے کہ آپ شہید ہوئے اور آپ کے صاحبزادے بھی شہید ہوئے۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرتاً شاعر و ادیب تھے۔ یہاں آپ کے کہے ہوئے چند اشعار ملاحظہ کریں۔ آپ نے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے اس وقت فرمایا جب انہوں نے اسلام قبول کر لینے کے بعد آپ کو دھمکی دی۔

الا ابلغ لدیک بنی لوی
علی الشنآن و الغضب المردّی
بان اللّٰہ رب الناس فرد
تعالیٰ جدہ عن کل ند
و ان محمدا عبدا رسولا
دلیل ھدی و موضح کل رشد
و ان اللہ جللہ بھاء
و اعلیٰ جدہ فی کل جد

کتابیات

۱) اُسد الغابۃ: ج ۳، ص ۶۹
۲) صور من حیاۃ الصحابہ از ص ۲۶ تا ۳۴
۳) المدائح النبوی ص ۴۶

شادی کی خرافات اور امام احمد رضا کا قلمی جہاد

از: عطاء الرحمٰن نوری

رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عظیم کے مطابق ہر صدی میں مجدد تشریف لاتے رہیں گے اور تجدیدِ دین اور احیاے اسلام کا اہم ترین فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ چودھویں صدی عیسوی میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی امت کے ایمان وعقیدے کے تحفظ کے لیے اور علماے اسلام کی قیادت کے لیے اللہ رب العزت نے ۱۵؍ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴؍ جون ۱۸۵۶ء کو محلّہ جسولی شہر بریلی میں ایک عظیم مصلح، قائد، رہنما اور مجدد پیدا فرمایا۔

آج بعض لوگ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کو مجددِ دین کہنے کی بجائے بدعات ومنکرات ومنہیات کا موجد کہتے ہیں جب کہ تصانیفِ اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات شہزادۂ خاور کی طرح روشن ہوجاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جتنا بدعتوں کا رد فرمایا ہے ان کے ہم عصر علما میں دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔ صرف ایک مثال کے ذریعے ہم اس حقیقت کو عیاں کرنے کی کوشش کریں گے۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں خرافاتِ نکاح وشادی کے احکام دریافت کیے گئے۔ آپ نے خدا اور رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کی عطا کردہ بے پناہ صلاحیتوں سے اس سوال کا جواب انتہائی مدلل اور مفصل تحریر فرمایا جو ایک مستقل رسالے کی شکل اختیار کر گیا اور ''**ھادی الناس فی رسوم الاعراس**'' (لوگوں کا رہنما شادیوں کی رسموں کے بارے میں) کے نام سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ آپ نے اس رسالے میں نکاح وشادی کے جائز طریقوں کے فوائد اور غیر اسلامی طریقوں کے نقصانات کو اجاگر فرمایا۔ اکثر وبیشتر جشن شادی میں اور کئی جگہوں پر اسلامی تہواروں میں آتش بازیاں کی جاتی ہیں اس بدعت پر روک لگاتے ہوئے سرکار امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

''آتش بازی جس طرح شادیوں اور شبِ برأت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییعِ مال (مال برباد کرنا) ہے۔ قرآنِ مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ (ترجمہ) اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (پ:۱۵، ر:۳، ترجمہ کنز الایمان) (**ھادی الناس فی رسوم الاعراس**: ص:۵)

تعلیماتِ اسلامی سے دور اور مغربی ماحول سے متاثر افراد شادی بیاہ کے موقع پر رقص وسرود کی محافل کو منعقد کرتے ہیں، موسیقی کے سُر اور تال پر تھرکتے ہیں، اپنی بزم میں گانے باجے، ڈھول اور تاشے کا اہتمام کرتے ہیں ایسے افراد کے نتھنوں میں نکیل ڈالتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ!

''اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد (شہروں) میں معمول ورائج ہیں بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں۔ خصوصاً وہ ناپاک ملعون رسم کہ بہت خسران بے تمیز، احمق جاہلوں نے شیاطینِ ہنود، ملاعین بے بہود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا، سمدھیانے کی عفیف پاک دامن عورتوں کو الفاظِ زنا سے تعبیر کرانا، خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زناں میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت، مردوں کو اس شہد پن کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا۔ یہ وہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں اس کا کافی انسداد (روک) نہ کرنے والے سب فاسق فاجر، مرتکبِ کبائر، مستحقِ غضبِ جبار وعذابِ نار ہیں۔ **والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ**۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔'' (**ھادی الناس فی رسوم الاعراس**: ص۶؍)

ایسے افراد جو اپنی شادیوں میں اسراف کر کے شیطان کے بھائی بنتے ہیں، فرامینِ خدا اور سول کو اپنے پیروں تلے روندتے ہیں وہ چمنِ اسلام جس کی آبیاری مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شریانوں کے لہو سے فرمائی تھی اس چمن کو ویران کرنے کی ناپاک سعی کرنے والے افراد کی شادیوں کے متعلق امام احمد رضا علیہ الرحمہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضبِ الٰہی سے حصہ لیں گے۔ **والعیاذ باللہ رب العالمین** ۔زنہار زنہار! اس معاملے میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت ومروت روانہ رکھیں کہ لَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ تَعَالٰی ۔'' (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی فرماں برداری نہیں۔) (مرجع سابق: ص/۶)

ایک جگہ مزید تحریر فرماتے ہیں: ہاں شرعِ مطہر نے شادیوں میں بغرضِ اعلانِ نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جب کہ مقصود شرع سے تجاوز کر کے لہو مکروہ وتحصیل لذتِ شیطانی کی حد تک نہ پہنچے لہٰذا علما شرط لگاتے ہیں کہ قواعدِ موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہو کہ خواہی نہ خواہی مطرب وناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے نہ شرف والی بی بیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلاً نہ فحش ہو، نہ کوئی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق وفجور کی باتیں، نہ مجمعِ زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے نہ نامحرم مردوں کو نغمۂ عورات کی آواز پہنچے۔ غرض ہر طرح منکراتِ شرعیہ ومظانِ فتنہ سے پاک ہوں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں جیسے انصارِ کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شعر پڑھا جاتا تھا۔

اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیّانَا وَحَیّاکُمْ

(ترجمہ) ''ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے۔ اللہ ہمیں زندہ رکھے تمہیں بھی جلائے''

بس اس قسم کے پاک وصاف مضمون ہوں۔ اصل حکم میں تو اس قدر کی رخصت ہے مگر حالِ زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہّال حال خصوصاً زنانِ زماں سے کسی طرح امید نہیں کہ انہیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حدِ مکروہ وممنوع تک تجاوز نہ کریں لہٰذا سرے سے فتنے کا دروازہ ہی بند کیا جائے نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گے نہ آگے پاؤں پھیلائیں گے۔ خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں رنڈیوں ڈومینوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حدِ شرعی کی پابندی محالِ عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہیں منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ وبے جا ہے۔ صحبتِ بد زہرِ قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں جن کے ٹوٹنے کو ادنیٰ ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ (**ھادی الناس فی رسوم الاعراس**: ص/۷،۸)

آج اکثر لوگ بیٹی کے بیاہ کے لیے بھیک مانگتے ہیں اور اس سے مقصود رسوم مروجۂ ہند کا پورا کرنا ہے حالانکہ وہ رسمیں اصلاً حاجتِ شرعیہ نہیں تو ان کے لیے سوال حلال ہو نہیں سکتا ہاں! مسلمانوں کو مناسب ہے کہ حاجت مند بیٹی والے کی اعانت کریں۔ حدیث میں اس کی مدد کرنے اسے قرض دینے کی طرف ارشاد ہوا ہے۔ (احسن الدعاء: صفحہ نمبر/۱۳۲، بحوالہ: عالمی سہارا کا اعلیٰ حضرت نمبر، صفحہ نمبر/۷۸)

شادی کی بے جا رسومات کی بہت بے شمار جاہلانہ رسومات ہیں جن کی اصلاح سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ آپ کے زیادہ تر قلمی آثار قوم وملت کی فلاح وبہبود، اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ وبقا کے لیے ہی صفحۂ قرطاس پر نقش ہوئے ہیں اور آپ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر لمحہ اسلام کی سربلندی اور باطل عقائد ونظریات کی تردید میں ہی صرف ہوا ہے۔ آپ کی حیات وخدمات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے بدعات ومنکرات کی تردید اور اس کے ازالے کے لیے حد درجہ کوششیں فرمائی ہیں ان کی بیشتر تحریریں ہمارے اس دعوی پر شاہدِ عدل ہیں۔ تفصیلی معلومات کے لیے مولانا یٰسین اختر مصباحی کی کتاب ''امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات'' کا مطالعہ کافی ہوگا۔

﴿.....﴾

دین کی خدمت کیسے ہو؟

پیش کش: صادق رضا مصباحی

مایوسی چھوڑیے

دین کا کام کیسے ہو؟ یہ بات سامنے آتے ہی معلوم نہیں کس طرح کچھ ذہنوں میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اجی اب ہمارے کیے کیا ہوسکتا ہے، ان کاموں کے کرنے والے لوگ اور ہی ہوتے تھے ہم سے یہ کہاں ہوسکتے ہیں؟ یہ خیال دراصل شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔اس خیال کے آتے ہی ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور دل کی امنگ ختم ہوجاتی ہے مایوسی چھاجاتی ہے اور انسان اپنے آپ کو ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ اڑنے اور دریا کے ہر دھارے کے ساتھ بہہ جانے کے لیے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔یقین جانیے کہ یہ طریقہ مسلمان کے سوچنے کا طریقہ نہیں ہے۔اللہ پر ایمان لانے، آخرت کا یقین کرنے اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت قبول کرلینے کے بعد کوئی شخص اس طرح مایوسی کی باتیں کرہی نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّه لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ۔(یوسف:۸۷)

بے شک اللہ کے فضل سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کفر کا رویہ اختیار کرنے والے ہوتے ہیں۔''

وَمَنۡ يَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ ۔(الحجر:۵۶)

''اپنے رب کی مہربانی سے وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو گمراہ ہیں۔''

بات بالکل کھلی ہوئی ہے مایوس تو وہ ہو جس کا کوئی سہارا نہ ہو، جس کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے اور اس کا بھروسہ اس ذات پر ہے جو اس پوری کائنات کا آقا اور مالک ہے تو اس کے لیے مایوسی اور ناامیدی کیسی؟ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو وہ بیٹھے جسے ڈر ہو کہ اس کی محنت کا پھل اسے نہیں ملے گا لیکن جو یقین رکھتا ہو کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے مالک کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ مالک ظالم تو نہیں ہے وہ ہر شخص کو اس کی محنت کا پورا پورا بدلہ دے گا اس دنیا میں بھی اچھے نتائج دے گا اور آخرت میں بھی تو یقیناً کامیابی انہی لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اس کی مرضی کے کام کیے ہوں گے تو بھلا ایسے شخص کے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ مایوس ہوجائے اور کام چھوڑ بیٹھے۔پھر ایک بات اور بھی ہے اکثر وہ لوگ بھی مایوس ہوجاتے ہیں جن کو کام کرنے کا ڈھنگ معلوم نہ ہو جو راستہ چلنا تو چاہتے ہوں لیکن انہیں راستہ معلوم ہی نہ ہو۔اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسلمان اس لحاظ سے بھی سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں انہیں اپنی منزل معلوم ہے اور منزل طے کرنے کے لیے وہ راستہ بھی جانتے ہیں۔ان کے پاس اللہ کے رسولِ پاک کی لائی ہوئی وہ مکمل ہدایت موجود ہے جو انہیں ٹھیک ٹھیک منزل کی طرف لے جاسکتی ہے اور جو ہر قدم پر صحیح راستہ بتاتی ہے۔

زندگی کا مقصد

بات صاف ہے۔آپ کو اللہ کی اطاعت کرنا ہے آپ کو اللہ کی راہ پر چلنا ہے آپ کو اللہ کا دین غالب کرنا ہے اور آپ نے اس کلمے کو بلند کرنا اپنی زندگی کا مقصود ٹھہرایا ہے۔اس صورت میں یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے ساتھ اطاعت اور فرمانبرداری کچھ اوروں کی بھی ہوتی رہے۔اللہ کی راہ چھوڑ کر دوسرے راستوں پر بھی سفر جاری رہے۔اللہ کے دین کے سوا آپ دوسرے دینوں کی خدمت بھی کرتے رہیں اور اللہ کے ساتھ ساتھ اور نعرے بھی بلند کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ کو شرک ناپسند ہے بلکہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ بات شرک ہی ہے۔یہ شرک نہ اللہ کی ذات میں ہوسکتا ہے اور نہ صفات میں، نہ مطلق اطاعت میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کے دین کے ساتھ دوسرے دینوں کو گڈمڈ کیا جاسکتا ہے۔اسلام کا بنیادی کلمہ ہے **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ۔اس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہوسکتا۔یہ کلمہ **لا الٰہ** سے شروع ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات میں کوئی الٰہ ہے ہی نہیں۔اللہ کو الٰہ ماننے سے پہلے تمام دوسرے الٰہوں کا انکار ضروری ہے۔اللہ سے جڑنا اس وقت ہوسکتا ہے جب انسان اللہ کے سوا دوسرے الٰہوں سے کٹ جائے۔اللہ کی

حمایت انسان کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ یہ حمایت ان ہی لوگوں کو حاصل ہوسکتی ہے جو اللہ پر ایمان لائیں، اسے اپنا آقا اور مالک تسلیم کریں اور زندگی میں عملاً اس کی اطاعت اختیار کرلیں لیکن اللہ کی حمایت کے اس سہارے کو مضبوطی کے ساتھ تھام لینے کے لیے اللہ پر ایمان لانے سے پہلے ''طاغوت'' کے ساتھ کفر کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ☆ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔(البقرہ:۲۵۶)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیال سے چھانٹ کر الگ رکھ دی گئی ہے۔ اب جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت سے پہلے جو آیت ہے اسے آیۃ الکرسی کہتے ہیں۔ اس کا ترجمہ پڑھیے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں اسلام کا بنیادی عقیدہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مالک اور آقا ہونے اور ساری کائنات پر قادر ہونے کی تشریح کی گئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ کوئی اس عقیدے کو مانے یا نہ مانے یہ اس کا اپنا فعل ہے اس کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کسی انسان کو کوئی بات زبردستی نہیں منوائی جاسکتی۔ اللہ کا کام یہ تھا کہ وہ یہ بتادے کہ صحیح بات کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ اس نے اپنے رسول بھیج کر یہ بات صاف کردی۔ حق اور باطل کھل کر سامنے آگیا۔ اللہ کی رضامندی اور اس کی ناخوشی کی راہیں معلوم ہوگئیں۔ اب اگر لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی رضا کی راہ اختیار کریں اور اس کا سہارا پکڑیں تو ان کے لیے لازم ہے کہ وہ پہلے طاغوت کا انکار کریں اور پھر سچے دل سے اللہ پر ایمان لائیں۔ پہلے دل کو طاغوت کی اطاعت، طاغوت کی محبت اور طاغوت کی بندگی سے خالی کریں پھر اللہ کی اطاعت، اللہ کی محبت اور اللہ کی بندگی کے لیے کمر باندھ لیں یہی کامیابی کی صورت ہے۔ اللہ کی حمایت اسی طرح حاصل ہوسکتی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بنانا چاہتا ہے اور کون طاغوت کے دامن سے چمٹا رہنا پسند کرتا ہے۔

دین کے ہی بارے میں غلطی کیوں؟

اصل خرابی یہ ہے کہ دینی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت کو فراموش کردیتے ہیں جو دنیا کے کسی دوسرے علم کے بارے میں ہر جگہ ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ہر علم میں ایسی مہارت کہ آدمی اس کے اصول ومبادی سے لے کر اس کے فروع و شعب تک نئی آرا قائم کرسکے اور اسی علم کے دوسرے ماہرین کی غلطیوں کی نشان دہی کرسکے، ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اس کے لیے بہرحال اس فن یا علم میں خصوصی تعلیم اور خصوصی تجربہ حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح دوسرے ماہرینِ علم سے ہر آدمی اپنی استعداد اور اپنے دائرہ کار کے مطابق فائدہ حاصل کرتا ہے اسی طرح دین کے ماہرینِ علم سے بھی اسی اصول کے مطابق استفادہ کرنا چاہیے۔ غلطی یہ کی جاتی ہے کہ دین کے علم کے معاملے میں اس شرط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور ہر آدمی نصوصِ قرآن وسنت سے اپنا من پسند دین برآمد کرنا شروع کردیتا ہے۔ جس طرح علمِ طب میں نیم حکیم خطرہ جان بن جاتا ہے، بالکل اسی طرح دین سے نیم واقف آدمی ایمان وعمل کی نعمت سے محروم کردے سکتا ہے۔ یہ خطرہ طب کے معاملے سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ اس لیے کہ وہاں یہ عارضی زندگی خطرے میں پڑتی ہے جبکہ دین کا معاملہ ابدی زندگی کا معاملہ ہے۔

ہمیشہ خود کو طالب علم سمجھیں

یہ ضروری ہے کہ دین کا لٹریچر پڑھنے والے اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم سمجھیں اور اہل علم سے ان کی کتابوں سے اور ان کے اجتماعات سے ایک طالب علم ہی کی طرح فائدہ اٹھائیں۔ وہ جہاں الجھیں، علما ہی سے اس کے بارے میں دریافت کریں۔ اگر اطمینان نہ ہو تو علما کے سامنے اپنا سوال رکھیں اور یہ جد وجہد مطالعے اور ملاقاتوں کی صورت میں جاری رکھیں یہاں تک کہ انھیں اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے۔ جب قرآن وسنت کا مطالعہ ترجموں کی مدد سے کریں تو یہاں بھی علما کی لکھی ہوئی تفسیروں اور شرحوں ہی سے فائدہ اٹھائیں۔ مشکل پیدا ہو جائے تو موجود ماہرین سے، اپنی مشکل حل کرنے میں مدد حاصل کریں اور اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ خود مسائل حل کریں تو اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ سارے کام چھوڑ کر دین کا جید عالم بننے کا فیصلہ کریں اور ان علوم وفنون میں مکمل مہارت حاصل کریں جو اس طرح کی تحقیق کے لیے ضروری ہیں۔ اور بطور خاص اساتذہ کے زیر تربیت وہ مخصوص عرصہ گزاریں، جس کے بعد کوئی آدمی اس قابل ہوسکتا ہے کہ وہ دین کے بارے میں اپنے بل پر کلام کرسکے۔ (المورد ڈاٹ کام)

....
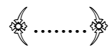
جہاد کا حقیقی مفہوم اور موجودہ صورتِ حال

از: مولانا محمد اسلم رضا قادری

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ منفرد و یکتا مذہب مہذب ہے جو احترام آدمیت وانسانیت، اخلاق و مروّت، امن وسلامتی، حرمت خون انسانی، صلہ رحمی وہمدردی کا پاسبان ونگہبان ہونے کے ساتھ ساتھ عفو و درگزر، آپسی بھائی چارہ جیسے بلند و بالا اوصاف سے متصف ہے، جن کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں تلاش بسیار کے بعد بھی ملتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی خداوند قدوس کا محبوب وپسندیدہ دین ہے۔ جس کی وضاحت خود خالق کائنات نے ان الفاظ وکلمات کے ساتھ فرمائی ہے۔ ''اِنَّ الدِّینَ عِندَاللّٰہِ الاِسلَامَ'' (آل عمران:۱۹/۳) بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اور دوسرے مقام پر اس کی اتباع وپیروی کی تعلیم دیتے ہوئے۔ اس کے سوا ادیان کے احکامات وتعلیمات پر عمل کرنے کو سراسر نقصان وخسران سے تعبیر فرمایا گیا۔ اللہ ربُّ العزّت کا ارشاد ہے ''وَمَن یَّبتَغِ غَیرَ الاِسلَامِ دِیناً فَلَن یُّقبَلَ مِنہُ وَھُوَ فِی الاٰخِرَۃِ مِنَ الخٰسِرِینَ'' (آل عمران:۸۵/۳) اور جو اسلام کے سواء جو دین چاہے گا اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ دیکھئے یہ کس قدر روشن حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام ادیان میں جو دین مقبول بارگاہ الٰہی ہے وہ دین کیسے دہشت گردی، اور ٹیریزم کی تعلیم دے سکتا ہے، افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس پاکیزہ مذہب کے بارے میں ایسی بے سروپا باتیں کرتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔ انہیں ذرا انصاف ودیانت کی عینک لگا کر اسلام کی ان روشن تعلیمات وہدایات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے کہ اسلام کے خلاف ذہنوں میں جو پراگندگی بھری ہوئی ہے وہ کچھ دور ہو اور حقائق وشواھد سے آپ کے کان آشنا ہوں۔

ہم ذیل میں پہلے ان چند آیات بیّنات کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جن میں جنگ وجدال، اور ناحق قتل سے منع کرتے ہوئے احترام انسانیت کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۱) ''جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے گویا سب لوگوں کو جلایا'' (المائدہ:۳۲/۵)

(۲) ''اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے'' (البقرہ:۲۱۷/۲)

ان دو آیتوں سے واضح طور پر یہ مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام ہی انسانیت کا خیرخواہ مذہب ہے وہ کسی بھی صورت میں فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری کو پسند نہیں کرتا ہے بلکہ وہ تو صلح وصفائی کو جنگ پر ترجیح دینے والا مذہب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلمِ فَاجنَح لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ'' (الانفال:۶۱/۸) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ''فَاِنِ اعتَزَلُوکُم فَلَم یُقَاتِلُوکُم وَاَلقَوا اِلَیکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُم عَلَیھِم سَبِیلاً'' (النّساء:۹۰/۴) پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام ڈالیں تو اللہ نے ان پر کوئی راہ نہ رکھی (کنز الایمان)

جہاد کا شرعی معنٰی:

اتنی وضاحت کے بعد اب ہم ذیل میں جہاد کا شرعی معنٰی تحریر کرتے ہیں تاکہ یہ امر بھی بخوبی واضح ہو جائے کہ اسلام میں جہاد کا تصور غارت گری کے طور پر نہیں ہے بلکہ اعلاء کلمۃ الحق کے واسطے بقدر استطاعت وقوت جنگ کا حکم ہے اور وہ بھی بہت سی پابندیوں کے ساتھ۔ شارح صحیح بخاری، عمدۃ المحققین، حضرت علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی قدس سرہٗ جہاد کا شرعی معنٰی تحریر فرماتے ہیں۔

''جہاد کا شرعی معنٰی'' ''اعلاء کلمۃ اللہ'' کے لئے کفار سے جنگ کرنے میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو صرف کرنا۔ اور جہاد فی اللہ کا معنٰی ہے: احکام شریعہ پر عمل کرنے کے لئے نفس کو تھکانا اور اتباع شہوات اور میلان لذات میں نفس کی مخالفت کرنا۔ (عمدۃ القاری:۷۸/۱۴، مطبوعہ بیروت)

اور حضرت علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

''جہاد کا شرعی معنٰی: اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کے لئے جان، مال، اور زبان کو انتہائی وُسعَت اور طاقت سے خرچ کرنا'' (بدائع الصنائع: ۷/۹۷ ۔مطبوعہ پور بندر، گجرات)

اسلامی جہاد اور ہدایات نبوی:

اسلام میں جہاد کا حکم حکومت وسلطنت کے فروغ وارتقا کے لئے نہیں دیا گیا بلکہ محض اس حکم کا مقصد دین الٰہی اور احکامات الٰہی کا فروغ واستحکام ہے وہ بھی بہت سی شروط وقیود کے ساتھ۔ جب بھی کسی معرکہ میں مجاہدین اسلام کو بھیجنا ہوتا تو حضور رحمت عالم، پیغمبر امن وسلامتی، داعیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ان جانثار وفادار صحابہ کو یہ ہدایات فرماتے تھے (۱) جانوروں کو مت مارنا، (۲) ہری بھری کھیتیوں کو اور پھل دار درختوں کو برباد نہ کرنا (۳) جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہیں انہیں آزار نہ پہونچانا (۴) کسی مقتول کی صورت نہ بگاڑنا (۵) لوگوں کے ساتھ بدعہدی اور خیانت نہ کرنا (۶) بوڑھوں، بچوں، اور عورتوں پر زیادتی وحملہ نہ کرنا (۷) لوٹ مار نہ کرنا (۸) کسی کو آگ میں مت جلانا (۹) دشمن کو باندھ کر قتل مت کرنا (۱۰) کسی کے معبدوں اور گرجہ گھروں کو نہ گرانا، وغیرھم۔

اگر کوئی انصاف پسند شخص صرف انہی ہدایات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اسے اسلامی جہاد کا حقیقی مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا کہ اسلامی جہاد جبر واکراہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا واحد مقصد دین کے فروغ اور اس کی تعلیمات وپیغامات کی اشاعت ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے بڑی ہی بے بنیاد اور لغو بات معلوم ہوتی ہے جسے کوئی صاحب بصیرت کبھی بھی قبول نہیں کرسکتا۔ آپ اگر تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو آپ پر خود واضح وعیاں ہوجائے گا کہ ہجرت سے پہلے تو اسلامی تاریخ میں ''جنگ'' کا کوئی واقعہ ہی نہیں ملتا ہے بلکہ وہاں تو تلوار کفار ومشرکین کے ہاتھ میں تھی جو مسلمانوں کو شب وروز پریشان کرتے رہتے تھے اور ان کو سخت سے سخت اذیتیں اور تکلیفیں پہونچاتے رہتے تھے۔ بلکہ حقائق تو یہاں تک شاہد ہیں کہ کتنے ہی مسلمان ان کفار ومشرکین کی بیجا سختیوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے کرتے شہید بھی ہوگئے۔ تاریخ میں اس مجاہدۂ اسلام کا نام سنہرے حروف سے ہمیشہ لکھا جائے گا جس نے سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے بھی اسلام کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، جسے حضرت سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے نام سے جانا جاتا ہے جس مجاہدہ اور عابدہ کو اسلام کے سخت ترین دشمن ابوجہل نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا۔ اب مجھے بتایا جائے کہ تلوار وسنان کس کے ہاتھ میں! مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یا کفار ومشرکین کے ہاتھ میں؟ مجھے یقین ہے کہ ہر ایک منصف مزاج شخص یہی جواب دے گا کہ تلوار سب سے پہلے کفار ومشرکین نے اُٹھائی۔ تو اب یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ وہ تو اپنی حقانیت وصداقت اور نبوی اخلاق اور کردار کی بلندیوں کی وجہ سے عالم کا ایک عالمگیر مذہب ثابت ہوا ہے۔

اسلام اور دہشت گردی:

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہٗ بڑے ہی انوکھے اور اچھوتے انداز میں اس الزام کا رد بلیغ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''جہاد کو بنیاد بنا کر جو لوگ اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہیں کہ دنیا میں اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے انہیں انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ ہجرت سے پہلے جو مسلمانوں کو لڑنے کی مطلق اجازت ہی نہیں تھی۔ مکہ کے مسلمانوں کا اس کے علاوہ اور کام ہی کیا تھا کہ وہ کافروں کے ہاتھوں سے مار کھاتے رہیں، زخم پر زخم سہتے رہیں، قتل ہوتے رہیں، اور صبر کرتے رہیں جب کافروں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو مسلمانوں کو بھی تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی گئی۔

اب یہاں سوال اٹھتا ہے کہ اسلام اگر تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے تو بتایا جائے کہ وہ سینکڑوں مسلمان جو عین مظلومی کی حالت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے گئے تھے انہوں نے کس کی تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا؟ اس وقت تلوار تو کفار مکہ کے ہاتھ میں تھی مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار کہاں تھی کہ تلوار کے خوف سے کوئی اسلام قبول کرتا۔

اس لیے تاریخ کا یہ فیصلہ سب کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حقّانیت، اپنی پاکیزہ تعلیمات، اپنے اصولوں کی برتری، اپنے پیغمبر کی روحانی اور اخلاقی قوت، اور قرآن کی معجزانہ آیات کی کشش سے پھیلا ہے۔

جہاد کا حکم تو اس لئے دیا گیا تاکہ کلمۂ حق کے راستے میں

کافروں نے جو رکاوٹیں کھڑی کی تھیں انہیں راستے سے ہٹادیا جائے تا کہ دل ودماغ کی پوری آزادی کے ساتھ لوگوں کو دعوتِ توحید کی سچائی کو پرکھنے اور قبول کرنے کا موقع میسر آئے۔

اگر اسلام قتل وغارت گری کا مذہب ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کی طرف سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کبھی نہیں دی جاتی کہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے وقت اپنی طرف سے کوئی زیادتی مت کرنا کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے ''(اسلام اور جہاد ص:۵،۶)

فروغِ اسلام اور اخلاقِ نبوی:

قارئین محترم! سطور بالا میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتوں اور آپ کی روحانی عظمتوں کی وجہ سے پھیلا ہے۔اب آپ اگر تاریخ کے حوالے سے بات کریں تو آپ پر یہ امر بھی بخوبی عیاں ہوجائے گا کہ ہندوستان وغیرہ میں اسلامی تعلیمات کی جو خوشبو مشام جاں کو معطر کررہی ہے کیا وہ تلوار وسنان کا صدقہ ہے؟ یا اولیائے کرام علیھم الرحمۃ والرضوان کی اخلاقی قدروں اوران کے عمل وکردار کا ثمرہ اور صدقہ ہے۔تو آپ یہ بات بھی قبول کرنے میں کسی تردد کا شکار نہ ہوں گے کیوں کہ حقیقت یہی ہے کہ اسلام حضور نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور آپ کے عفو ومہربانی اور مخلوق خدا کے ساتھ آپ کی بے پناہ ہمدردی وغمخواری کا نتیجہ وصدقہ ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ آپ کے غلاموں یعنی اولیائے کرام کی بے پناہ تبلیغی ودعوتی کاوشوں اوران کے اخلاق بلند وبالا کی اثر پزیری کا نتیجہ ہے۔حضرت علامہ مولانا یٰسین اختر مصباحی اس حقیقت واقعہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ہندوستان کے تقریباً سبھی مسلم سلاطین و امرائے اسلام سفیر وترجمان نہیں بلکہ اپنی حکومت وسلطنت کے محافظ اور نگہبان ہوا کرتے تھے۔انہیں اسلام کا دائرہ اور مسلمانوں کا حلقہ اثر پھیلانے میں نہیں بلکہ اپنی حکومت وسلطنت اور ریاست کا رقبہ وسیع کرنے میں دل چسپی تھی۔وہ مسلمانِ ہند کے آئیڈیل (نمونہ عمل) تاریخ کے کسی دور میں نہیں بن سکے۔بلکہ اسلام کے حقیقی نمائندے اور مسلمانوں کے آئیڈیل ہر دور میں ہندوستان کے اندر صرف وہ بزرگ ہستیاں رہی ہیں جن کے ذکر وفکر،عبادت وریاضت،تقویٰ وطہارت،شفقت و محبت سے اسلام کی روشنی پھیلی جنھوں نے صرف اپنی باتوں سے نہیں بلکہ اپنے کردار وعمل سے انسانوں کو قریب کیا اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اللہ کے دربار میں پیش کردیا۔ایسے نفوس قدسیہ میں چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری،حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری،حضرت قطب الدین بختیار کاکی،حضرت بابا فرید گنج شکر،حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری،حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء،حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی،حضرت بندہ نواز گیسودراز،حضرت خواجہ باقی باللہ،حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری،حضرت سید علی ہمدانی،حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی وغیرھم،رضوان اللہ علیھم اجمعین۔(نقوش فکر ص:۸۰۶ مطبوعہ دھلی)

اسلام کا نظام عدل:

اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو عدل وانصاف کی عملی دعوت دیتا ہے بعض لوگ صرف عدل وانصاف کی باتیں کرتے ہیں مگر اسلام ہر حق دار کو اس کا حق دلاتا ہے۔اور ہر مجرم کو اس کے جرم قبیح کی سزا بھی دیتا ہے یہاں اپنے اور غیر کا امتیاز نہیں ہے بلکہ یہاں یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ ہر انسان کا احترام کرو،ہر بڑے کا ادب کرو،ہر چھوٹے سے پیار محبت اور شفقت رکھو،دیکھا آپ نے اسلام کا مقدس وپاکیزہ پیغام۔اسی پیغام امن وامان کو اپنا کر ہمارے بزرگوں نے اسلام کی دعوت کو عام سے عام تر کیا۔اور اپنے اخلاق وکردار کی وہ شمع جلائی جس کی روشنی آج بھی دور دور تک محسوس کی جاتی ہے لہذا ضرورت اسی بات کی ہے کہ اسلامی جہاد کے حقیقی مفہوم کو سمجھا جائے اور اس کی روشن تعبیرات پر غور وفکر کیا جائے تب کہیں یہ فرقہ پرستی اور دہشت گردی کی آگ سرد پڑسکتی ہے۔آج مذہب کے نام پر جو فتنہ پروری اور دہشت گردی کا بیج بویا جارہا ہے ایسے لوگ اسلام کے سخت ترین دشمن ہیں وہ کبھی بھی اسلام کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے کیوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر فرمادیا ہے ''لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ'' (البقرہ:۲۵۶/۲) دین میں کوئی جبر نہیں۔اب ان لوگوں کو یہ حقیقت اچھی طرح اپنے قلوب میں اتارلینی چاہیے جو جہاد کے نام پر دہشت گردی کو فروغ دے رہے ہیں۔ورنہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تو یہ بات محقق ہے کہ اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلامی اور دنیوی جنگوں کا حال:

اب ذیل میں اسلامی جنگوں کا مختصر تعارف اور دو عالمی جنگوں کا مختصر تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ یہ امر کھل کر سامنے آجائے کہ اسلام کی تاریخ میں کتنی جنگیں ہوئیں اور کل کتنے مجاہدین شہید ہوئے اوران دو عالمی جنگوں میں کتنے انسانوں کا ناحق خون بہایا گیا۔ اس سے میرا مقصد اسلامی جہاد کے حقیقی مفہوم کو واضح کرنا ہے تا کہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اسلام کو ''جہاد'' کے نام پر بدنام کر رہے ہیں۔

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا بدرالقادری مصباحی لکھتے ہیں ''اسلامی جہاد خونریزی و غارت گری کی کوئی منظّم اسکیم نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کو دنیا کے خالق و مالک کے اقتدار اعلیٰ کے تحت لانے کی عظیم الشان تحریک اور جدجہد کا نام ہے۔ غیر اللہ کی بندگی کا قلادہ اتار کر صرف اللہ کی بندگی فرد سے، جمیعت تک، خانگی معاملات سے یہ امور سلطنت تک ہر ایک جگہ قوانین الٰہیہ کے نفاذ کا نام ہے'' (اسلام اور امن عالم ص: ۱۴۱، ۱۴۲)

اسلامی تاریخ میں جس معرکہ میں خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے اسے ''غزوہ'' کہا جاتا ہے، جن کی کل تعداد ۲۷ ہے۔ اوران کے علاوہ جن مہمات میں حضور نے کسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا اور خود شریک نہ ہوئے اسے ''سریہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے ان کی تعداد ۶۰ کے قریب ہے۔ یہ تمام غزوات و سرایا ۲ھ/ ۶۲۴ء تا ۹ھ/ ۶۳۱ء تک آٹھ سال کے اندر ہوئے جن میں کل ۹۱۸ آدمیوں کی جانیں گئیں۔ کفار و مشرکین کے ۶۵۶۵ آدمی جنگی قیدی بنائے گئے ان میں سے ۶۳۴۷ قیدیوں کو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد فرمادیا۔ یہ ہے جہاد اسلامی کا اوّلین دور کا خاکہ جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے آفتاب کی طرح روشن ہے۔

حضرت علامہ مولانا بدرالقادری مصباحی مزید لکھتے ہیں ''اس کے برخلاف دنیا میں اسلامی جہاد کو غارت گری لٹیرا پن اور دہشت گردی کا نام دینے والوں کے کارناموں کا بھی ایک سرسری جائزہ لیتے چلئے تا کہ اپنے کو مہذّب، اور اہل تہذیب کو غیر مہذّب گردانتے والوں کو وحشت و درندگی اور محض اپنے حصول اقتدار، حصول دولت، اور بے بنیاد پاسداری کی بنیادی پر دنیا کو خوف و آہن کے آلاؤ میں ڈھکیلنے والے لوگوں نے آہیں، آنسو، خاک، خون، ویرانے، ہلاکت و بربادی کے سواء دنیا کو کیا دیا؟ مثلاً پہلی جنگ عظیم میں ۷۳۲۲۰۰۰ افراد مارے گئے۔ اور دوسری جنگ عظیم میں ۴۳۴۴۳۰۱۱ افراد ہلاک ہوئے (اسلام اور امن عالم ص: ۱۵۴، ۱۵۵)

یہ ہے دنیوی جنگوں کا اقتدار و سلطنت و حکومت کی خاطر لوگوں کی ہلاکت و بربادی کا ایک ہلکا سا خاکہ جسے پڑھ کر اور سن کر ایک ذی شعور انسان کبھی بھی ایسے سیاہ کارناموں کو ترقی کا نام نہیں دے سکتا بلکہ اسے انسانی خون کا استحصال ہی کہا جا سکتا ہے جو صرف اور صرف رقبہ اور سلطنت کی بنا پر کیا گیا۔

آخر میں یہ بات اپنے قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ اسلام ظلم و بربریت، فتنہ وفساد، جنگ وجدال، اور شرانگیزی کا سخت مخالف ہے۔ اس نے جب بھی ''جنگ'' کا حکم دیا ہے تو صرف اس کا مقصد فرامین اور احکاماتِ الٰہی کا نفاذ و عمل ہے اس کے سوا اسلامی تاریخ کا آپ بغور مطالعہ کرلیں کبھی بھی حصول اقتدار کے لیے جہاد کا اعلان نہیں کیا گیا۔ آج کے دور میں جو جنگیں لڑی جارہی ہیں وہ کسی بھی صورت میں اسلامی جنگیں نہیں ہیں بلکہ وہ صرف حصولِ دولت و سلطنت کے واسطے لوگوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ خدا ہمیں عقل سلیم دے۔ خلاصہ یہ کہ اسلامی جہادی کا حقیقی مفہوم یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

﴿......﴾

عظیم خواتین کی بے مثال نمازیں

از: امِ احمد عبدالرحمٰن

آج ہم بھی نماز پڑھتی ہیں لیکن آیئے ایک نظر دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہی طبقے میں کیسی کیسی نمازیں پڑھنی والی عظیم خواتین گزری ہیں۔اُن کا مبارک تذکرہ شروع کرنے سے پہلے ہم آپ کو آپ کی نماز کے متعلق چند انتہائی ضروری باتیں بتا دیں جن کو جاننا ہر مسلمان عورت کے لیے لازمی ہے۔

عورتوں کی نماز مندرجہ ذیل معاملات میں مردوں سے مختلف ہے لہٰذا خواتین کو ان مسائل کا خیال رکھنا چاہیے:

(۱) خواتین کو نماز شروع کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ ان کے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے سوا تمام جسم کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔

بعض خواتین اس طرح نماز پڑھتی ہیں کہ ان کے بال کھلے رہتے ہیں۔بعض خواتین کی کلائیاں کھلی رہتی ہیں۔بعض خواتین کے کان کھلے رہتے ہیں۔بعض خواتین اتنا چھوٹا دوپٹہ استعمال کرتی ہیں کہ اس کے نیچے بال لٹکے نظر آتے ہیں۔یہ سب طریقے ناجائز ہیں اور اگر نماز کے دوران چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے جسم کا کوئی عضو بھی چوتھائی کے برابر اتنی دیر کھلا رہ گیا جس میں تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** کہا جا سکے تو نماز ہی نہیں ہوگی اور اس سے کم کھلا رہ گیا تو نماز ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔

(۲) عورتیں ہاتھ سینے پر اس طرح باندھیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دیں۔انہیں مردوں کی طرح ناف پر ہاتھ نہ باندھنے چاہیے۔

(۳) رکوع میں عورتوں کے لیے مردوں کی طرح کمر کو بالکل سیدھا کرنا ضروری نہیں ہے۔عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم جھکنا چاہیے۔(طحطاوی علی المراقی: ص/۱۴۱)

(۴) رکوع کی حالت میں مردوں کو انگلیاں گھٹنوں پر کھول کر رکھنی چاہیے لیکن عورتوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ انگلیاں ملا کر رکھیں یعنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔(درمختار)

(۵) عورتوں کو رکوع میں اپنے پاؤں بالکل سیدھے نہ رکھنے چاہیے بلکہ گھٹنوں کو آگے کی طرف ذرا سا خم دے کر کھڑا ہونا چاہیے۔(درمختار)

(۶) مردوں کو حکم یہ ہے کہ رکوع میں ان کے بازو پہلوؤں سے جدا اور تنے ہوئے ہوں لیکن عورتوں کو اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ ان کے بازو پہلوؤں سے ملے ہوئے ہوں۔(ایضاً)

(۷) عورتوں کو دونوں پاؤں ملا کر کھڑا ہونا چاہیے خاص طور پر دونوں ٹخنے تقریباً مل جانے چاہیے پاؤں کے درمیان فاصلہ نہ ہونا چاہیے۔(سنی بہشتی زیور)

(۸) سجدے میں جاتے وقت مردوں کے لیے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹیکیں اس وقت تک وہ سینے نہ جھکائیں لیکن عورتوں کے لیے یہ طریقہ نہیں ہے۔وہ شروع ہی سے سینہ جھکا کر سجدے میں جا سکتی ہیں۔

(۹) عورتوں کو سجدہ اس طرح کرنا چاہیے کہ ان کا پیٹ رانوں سے بالکل مل جائے اور بازو میں بھی پہلوؤں سے ملے ہوئے ہوں نیز عورت پاؤں کو کھڑا کرنے کے بجائے انہیں دائیں طرف نکال کر بچھا دے۔

(۱۰) مردوں کے لیے سجدے میں کہنیاں زمین پر رکھنا منع ہے لیکن عورتوں کو کہنیوں سمیت پوری بانہیں زمین پر رکھ دینی چاہیے۔(درمختار)

(۱۱) سجدوں کے درمیان اور التحیات پڑھنے کے لیے جب بیٹھنا ہو تو بائیں کولہے پر بیٹھیں اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دیں اور دائیں پنڈلی پر رکھیں۔(طحطاوی)

(۱۲) مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ رکوع میں انگلیاں کھول کر رکھنے کا اہتمام کریں اور سجدے میں بند رکھنے کا اور نماز کے باقی افعال میں انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دیں نہ بند کرنے کا اہتمام کریں نہ کھولنے کا لیکن عورتوں کے لیے ہر حالت میں حکم یہ ہے کہ وہ انگلیوں کو بند رکھیں یعنی ان کے درمیان فاصلہ نہ چھوڑیں، رکوع میں بھی، سجدے

میں بھی، دوسجدوں کے درمیان بھی اور قعدوں میں بھی۔

(۱۳) عورتوں کو جماعت کرنا مکروہ ہے ان کے لیے اکیلی نماز پڑھنا ہی بہتر ہے۔ البتہ اگر گھر کے محرم افراد گھر میں جماعت کررہے ہوں تو ان کے ساتھ جماعت میں شامل ہوجانے میں کچھ حرج نہیں لیکن ایسے مردوں کے بالکل پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے برابر میں ہرگز کھڑی نہ ہوں۔

عظیم خواتین کی نمازیں

حضرت جوہرہ رحمۃ اللہ علیہا

بغداد کی بزرگ ترین ہستی حضرت جوہرہ رحمۃ اللہ علیہا جو اپنے علم وعرفان اور زہد وورع میں معروف وممتاز تھیں، بادشاہ کی باندی تھیں۔ آزادی ملنے کے بعد عیش وعشرت کو خیر باد کہا اور ہر طرح آزاد ہوگئیں۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ جوہرہ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ خیمے گڑے ہوئے ہیں پوچھا یہ کس کے ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو تہجد میں اٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے بعد رات کو سونا جوہرہ نے چھوڑ دیا۔ ابوعبداللہ کو بھی بیدار کرتیں اور حسرت سے پکارتیں ابوعبداللہ! کاروان ہاتھ سے نکل گیا اور تم سوئے پڑے ہو۔ (صفۃ الصفوۃ:ص/۵۲۱، ج/۲)

حضرت عجردہ العمتیہ رحمۃ اللہ علیہا

رجا بن مسلم عبدی فرماتے ہیں کہ عجردہ العمتیہ رات بھر نماز میں گزارتیں۔ ان کا معمول تھا کہ شروع رات سے ہی نماز میں کھڑی ہوجاتیں اور صبح تک مشغول رہتیں۔ سحر ہونے پر غمزدہ آواز سے پکارتیں: ''الٰہی! تیرے عبادت گزار بندے سب سے کٹ کر اندھیری راتوں میں تیرے حضور پیش ہوگئے وہ تیری رحمت ومغفرت کی طرف دوڑ کر آرہے ہیں۔ الٰہی! میں بھی تجھ سے ہی سوال کرتی ہوں کہ مجھے ان بندوں کے اولین زمرے میں شامل کردے جو تیری جانب دوڑ رہے ہیں اور یہ کہ اپنے مقرب بندوں کے درجے میں پہنچادے اور اپنے نیک بندوں میں شامل کردے تو تمام کریموں میں سب سے بڑا کریم سب رحیموں میں سب سے بڑا رحیم تمام عظمت والوں میں عظیم ترین ذات ہے۔ اے کریم!''۔ پھر سجدے میں پڑ جاتیں اور طلوعِ فجر تک مسلسل روتی رہتیں اور دعا کرتیں۔ تیس برس تک یہی معمول رہا۔

آمنہ بنت لیلیٰ کی روایت ہے کہ رات آتے ہی عجردہ العمتیہ رضی اللہ عنہا مخصوص لباس پہن لیتیں پھر محراب میں کھڑی ہوجاتیں اور سحر تک نماز میں مشغول رہتیں پھر طلوعِ فجر تک دعا کرتیں۔

ان سے درخواست کی گئی کہ اگر رات کا کچھ حصہ آپ سولیں تو بہتر ہے۔ روکر کہنے لگیں۔ ''موت کی یاد مجھے سونے نہیں دیتی۔ کہتے ہیں کہ یہ ساٹھ برس مسلسل روزے رکھتی رہیں۔ (صفۃ الصفوۃ:ص/۳۱، ج/۴)

حضرت حبیبہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

عبداللہ المکی بیان کرتے ہیں کہ حبیبہ عدویہ نماز عشا پڑھ کر مکان کی چھت پر کھڑی ہوجاتیں کرتہ اور دوپٹہ کس لیتیں پھر یوں گویا ہوتیں۔ ''الٰہی! ستارے ڈوب چکے ہیں، آنکھیں سوگئیں، بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کرلیے لیکن تیرا در کھلا ہے۔ ہر محبوب اپنے محبوب کی آغوش میں پہنچ چکا ہے میں تیرے سامنے حاضر ہوں''۔ جب سحر ہوتی تو کہتیں: اے اللہ! رات جا چکی دن آچکا۔ اے کاش! مجھے معلوم ہوجائے کہ میری رات کی عبادت تیری بارگاہ میں قبول ہوگئی تو مبارک باد قبول کروں یا رد ہوگئی تو مستحقِ تعزیت ٹھہروں۔ تیری عزت کی قسم! جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا میرا تیرا یہی معاملہ رہے گا۔ تیری عزت کی قسم! اگر تو مجھے جھڑک بھی دے تو میں تیرا در نہ چھوڑوں گی اور نہ میرے دل میں تیرے جودوکرم کے سوا کوئی خیال آئے گا۔ (صفۃ الصفوۃ ص/۳۲ ج/۴)

حضرت عنیرہ رحمۃ اللہ علیہا

روح بن مسلمہ الوراق نے عنیرہ سے عرض کیا کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ ''آپ رات بھر نہیں سوتیں'' یہ سن کر رو پڑیں اور کہنے لگیں کہ ''میں نے تو بار بار کوشش کی کہ سوجاؤں لیکن یہ میرے بس میں نہیں۔ بھلا اس شخص کو کیسے نیند آئے جس کے دونوں نگراں دن رات اس پر جاگ رہے ہیں۔'' واللہ! انہوں نے مجھے رلا دیا میں دل میں کہنے لگا کہ میں کس خیال میں ہوں اور آپ کس خیال میں (فکر ہر کس بقدر ہمت اواست)

حضرت مغیرہ رحمۃ اللہ علیہا

یحییٰ بن بسطام کہتے ہیں کہ میں اپنے احباب کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت مغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ عبادت اور گریہ کے سبب آنکھوں سے معذور ہوچکی تھیں۔ ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا ''آنکھوں والے انسان کا نابینا ہوجانا کتنی بڑی

آفت ہے۔'' مغیرہ نے کہا: ''اے اللہ کے بندے! واللہ! دل کا اللہ سے اندھا ہوجانا آنکھوں کی دنیا سے اندھا ہوجانے کی بہ نسبت بڑی مصیبت ہے (تم آنکھوں کی بات کررہے ہو) واللہ! میں تو چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی حقیقت و چاشنی مجھے عطا فرمادے اور اس کے بدلے جسم کا ہر عضو لے لے۔(صفۃ الصفوۃ:ص/۳۳، ج/۴)

حضرت بردہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت عطا بن مبارک فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ایک عبادت گزار خاتون بردہ کے نام سے تھیں۔ وہ شب بھر قیام کرتیں جب تمام حرکات ٹھہر جاتیں دنیا کی آنکھوں کو سکون آجاتا (رات پوری طرح چھاجاتی) تو وہ غم واندوہ میں ڈوبی آواز میں پکارتیں۔'' آنکھیں سوگئیں ستارے ڈوب چکے ہر محبوب اپنے محبوب کی آغوش میں پہنچ چکا میرے محبوب میں تیری خدمت میں حاضر ہوں بھلا تو مجھے عذاب دے گا؟ جب کہ میرا دل تیری محبت سے لبریز ہے میرے محبوب ایسا نہ کیجئے۔''

حضرت سفیان نے ایک روز بردہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے یہاں کی عورتوں میں ان سے بڑھ کر مجاہدہ کرنے والی کوئی عورت نہیں۔ وہ اللہ کے خوف سے اس قدر روئیں کہ بینائی بھی جاتی رہی۔''

ام حیان مسلمہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت ابوخلدہ فرماتے ہیں: ''میں نے مردوں اور عورتوں میں ام حیان مسلمہ سے بڑھ کر کوئی باہمت انسان نہیں دیکھا جو اس قدر طویل قیام کرتا ہو۔ مسجد محلّہ میں آکر نماز شروع کرتیں یوں معلوم ہوتا جیسے کھجور کا درخت کھڑا ہو جسے مخالف ہوائیں دائیں بائیں ہلانے کی کوشش کررہی ہیں مگر ہلنے کا نام نہیں۔''

حضرت مکی بصری کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سوادہ رحمۃ اللہ علیہا نے بیان کیا ''ام حیان مسلمہ دن رات میں ایک قرآن ختم کرتی تھیں چوبیس گھنٹوں میں صرف عصر کے بعد ہی بولتیں وہ بھی بقدر ضرورت۔ (صفۃ الصفوۃ:ص/۳۸)

غضنہ اور عالیہ رحمہما اللہ تعالیٰ

ابوالولید العبدی ان کی عبادت کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ خاتون تہجد میں کھڑی ہوتیں اور سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام اور اعراف (نو پارے) ایک رکعت میں تلاوت کرتیں۔(صفۃ الصفوۃ:ص/۴۱، ج/۴)

غفلۃ العابدہ رحمۃ اللہ علیہا

یوسف بن بہلول کا بیان ہے کہ یہ بصرہ میں ایک خاتون تھیں ان کی رات کا اکثر حصہ نماز میں بسر ہوتا اور پھر کہتیں۔'' میں ان تند خو سخت مزاج فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتی ہوں جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، اس کا حکم بجالاتے ہیں اور نماز سے فارغ ہوکر کہتیں کہ ''اے اللہ!'' یہ میری کوشش ہے اس کا کیا بھروسہ میرا بھروسہ تیری ذات پر ہے۔(صفۃ الصفوۃ:ص/۴۳، ج/۴)

اہلیہ ریاح قیسی رحمۃ اللہ علیہا

ریاح قیسی کہتے ہیں کہ میری بیوی نماز عشا پڑھ کر خوشبو لگاتیں، دھونی لیتیں اور عمدہ لباس زیب تن کرکے میرے پاس آتیں اور پوچھتیں کہ میری حاجت ہے؟ اگر میں کہتا کہ ہاں تو میرے پاس آجاتیں اور اگر میں کہتا نہیں تو وہ کپڑے بدل کر نماز میں کھڑی ہوجاتیں اور صبح تک مشغول رہتیں۔(صفۃ الصفوۃ:ص/۴۳ ج/۴)

اہلیہ شیخ صدر الدین عارف

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے فرزند حضرت شیخ صدر الدین عارف کی اہلیہ اور حضرت شیخ ابوالفتح رکن عالم رکن الدین کی والدہ ماجدہ تھیں۔ ان کا شمار اپنے دور کی عارفاتِ کاملہ میں ہوتا تھا۔ قرآنِ کریم کی حافظہ اور بے حد عبادت گزار تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ ہر روز ایک بار قرآنِ پاک ختم کرتیں۔(مثالی خواتین:ص/۳۲، خزینۃ الاصفیاء)

شہزادی زیب النساء

ہندوستان کے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی شہزادی زیب النساء شریعت کی بے حد پابندی کرنے والی خاتون تھیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں ''جب شہزادی نے ہوش سنبھالا اس وقت سے کوئی نماز قضا نہیں ہوئی اور نوافل و تسبیحات وغیرہ کا اہتمام کرتی تھیں بلکہ اکثر وقت عبادت میں ہی گزرتا تھا۔''

مؤرخین اپنے زمانے کی صلاح اور متقی عورتوں میں ان کا شمار کرتے تھے۔ تاریخِ اسلامی اس معزز اور صاحب فضیلت خواتین سے بھری پڑی ہے جو اپنے اپنے زمانے کی نیک ترین خواتین تھیں۔ ہماری ماؤں اور بہنوں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

﴿......﴾

بڑوں کا کہنا مانو

پیش کش: مولانا سرفراز نجمی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا حضور! مجھے جانوروں کی بولیاں سکھا دیجیے مجھے اس بات کا بڑا شوق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا یہ شوق اچھا نہیں تم اس بات کو رہنے دو اس نے کہا۔ آپ کا اس میں کیا نقصان ہے حضور میرا ایک شوق ہے اسے پورا کر ہی دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ مولا! یہ بندہ مجھ سے اس بات کا اصرار کر رہا ہے ارشاد فرما کہ میں کیا کروں۔ حکمِ الٰہی ہوا کہ جب یہ شخص باز نہیں آتا تو تم اسے جانوروں کی بولیاں سکھا دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جانوروں کی بولیاں سکھا دیں۔

اس شخص نے ایک مرغ اور ایک کتا پال رکھا تھا ایک دن کھانا کھانے کے بعد اس کی خادمہ نے دسترخوان جو جھاڑا تو روٹی کا ایک ٹکڑا گرا۔ اس کا کتا اور مرغ اس کی طرف لپکے اور وہ روٹی کا ٹکڑا اس مرغ نے اٹھا لیا۔ کتے نے اس مرغ سے کہا ''ارے ظالم میں بھوکا تھا یہ ٹکڑا مجھے کھا لینے دیتا تیری خوراک تو دانہ چگنا ہے مگر تو نے یہ ٹکڑا بھی نہ چھوڑا''۔ مرغ بولا ''گھبراؤ نہیں کل ہمارے مالک کا یہ بیل مر جائے گا تم کل جتنا چاہو گے اس کا گوشت کھا لینا''۔ اس شخص نے ان کی یہ گفتگو سن کر بیل کو فوراً بیچ ڈالا وہ بیل دوسرے دن مر تو گیا لیکن نقصان خریدار کا ہوا اور یہ شخص نقصان سے بچ گیا۔ دوسرے دن کتے نے مرغ سے کہا ''بڑے جھوٹے ہو تم خواہ مخواہ مجھے آج کی امید میں رکھا۔ بتاؤ کہاں ہے وہ بیل جسے میں کھا سکوں''۔ مرغ نے کہا کہ میں جھوٹا نہیں ہوں ہمارے مالک نے نقصان سے بچنے کے لیے وہ بیل بیچ ڈالا ہے اور اپنی بلا دوسرے کے سر ڈال دی ہے مگر لو سنو! کل ہمارے مالک کا گھوڑا مر جائے گا کل گھوڑے کا گوشت خوب جی بھر کے کھا لینا۔ اس شخص نے یہ بات سنی اور گھوڑا بھی بیچ ڈالا۔ دوسرے دن کتے نے پھر شکایت کی تو مرغ نے بولا بھئی کیا بتاؤں ہمارا مالک بڑا بے وقوف ہے جو اپنی آئی غیروں کے سر ڈال رہا ہے اس نے گھوڑا بھی بیچ ڈالا اور وہ گھوڑا خریدار کے گھر جا کر مر گیا بیل اور گھوڑا اسی گھر میں مرتے تو ہمارے مالک کی جان کا فدیہ بن جاتے مگر اس نے اس کو بیچ کر اپنی جان پر آفت مول لی ہے۔ لو سنو اور یقین کرو کہ کل ہمارا مالک خود ہی مر جائے گا اور اس کے مرنے پر جو کھانے پکیں گے اس میں سے بہت کچھ کھانا تمہیں مل جائے گا۔

اس شخص نے جب یہ بات سنی تو ہوش اڑ گئے کہ اب میں کیا کروں۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا اور دوڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا۔ حضور میری غلطی معاف فرما دیجیے اور موت سے مجھے بچا لیجیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''نادان اب یہ بات مشکل ہے۔ آئی قضا اب نہ ٹل سکے گی تمہیں اب جو بات سامنے نظر آئی ہے مجھے اسی دن نظر آ رہی تھی جب تم جانوروں کی بولیاں سیکھنے پر اصرار کر رہے تھے اب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ''۔ چنانچہ دوسرے ہی دن وہ شخص مر گیا۔ (سچی حکایات)

پیارے بچو! اس واقعے سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ بڑوں کی بات ماننا چاہیے اور ہر جگہ اپنی مرضی کے مطابق نہیں چلنا چاہیے اس لیے کہ بڑے جو دیکھتے اور سمجھتے ہیں وہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے نبیوں کو آئندہ کی خبر ہوتی ہے اور اگر مال و دولت پر کوئی آفت نازل ہو اور کسی قسم کا نقصان ہو جائے تو غم اور شکوہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی جان کا فدیہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جو ہوا بہتر ہوا۔ اگر مال پر اس طرح کی آفتیں نازل نہ ہوں تو ممکن ہے جان ہلاکت میں پڑ جائے۔ یہ سوچ کر صبر کر لینا چاہیے کہ اللہ جو کرتا ہے وہ ٹھیک کرتا ہے۔ اس کی رضا پر ہمیں ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔

☆☆☆

باتوں کی خوشبو

☆نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔(حضرت عمر فاروق)
☆اقرارِ جرم مجرم کے لیے بہت اچھا سفارشی ہے۔(حضرت علی)
☆کھلی عداوت بہتر ہے منافقانہ موافقت سے۔(امام جعفر صادق)
☆ہر بات میں تقویٰ اور امانت کو پیش نظر رکھو۔(امام ابوحنیفہ)
☆اطمینانِ قلب چاہتے ہو تو حسد سے دور رہو۔(بابا فرید گنج شکر)
☆درویش دوست اور دشمن دونوں کا دوست ہوتا ہے۔(نظام الدین اولیا)
☆ذکر سے مراد غفلت کو دور کرنا ہے۔(مجدد الف ثانی)
☆سب سے زیادہ عذاب عالمِ بےعمل پر ہوگا۔(مجدد الف ثانی)
☆جس نے آرام پسند کیا وہ جلدی تباہ ہوا۔(شیخ علیم الدین)
☆زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام۔(حضور حافظ ملت)

مرسلہ: **محمد تنویر رضا برکاتی**۔ برہانپور شریف (ایم پی)

☆☆☆

علم کا شوق

حضرت امام غزالی ایک بستی میں پہنچے جہاں انہوں نے دو دن قیام فرمایا۔ تیسرے دن صبح سویرے اپنے شاگردوں سے کہا ''اپنا سامان فوراً باندھ لو'' شاگرد نے کہا یہاں آنے کے لیے آپ نے طویل سفر کی مشقت اٹھائی ہے اور اب آپ یہاں سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟ امام غزالی نے فرمایا ''میں اس بستی میں دو دن سے مقیم ہوں اور کوئی علم کا طالب میرے پاس نہیں آیا جس بستی میں علم کا شوق نہ ہو وہاں عذاب الٰہی نازل ہوکر رہتا ہے لہٰذا جلدی کرو ہم یہاں سے نکل جائیں۔

عزیزو! اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ علم دین حاصل کرنا چاہیے کیونکہ جس بستی میں علم دین حاصل نہیں کیا جاتا وہاں عذابِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علمِ دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مرسلہ: **محمد تنویر رضا برکاتی**۔ برہانپور شریف (ایم پی)

☆☆☆

دل اور زبان کی حفاظت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل کے متعلق ارشاد ہے کہ بدن کا یہ ٹکڑا بڑی اہمیت رکھتا ہے اگر یہ بگڑ جائے تو سارا بدن ہی بگڑ جاتا ہے اور اگر یہ سنور جائے تو سارا بدن ہی سنور جاتا ہے اور زبان کے متعلق ارشاد فرمایا: کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے یعنی اسے قابو میں رکھنے کی اور غیر شرعی گفتگو سے اسے باز رکھنے کی مجھے ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

حضرت لقمان سے ایک روز ان کے آقا نے کہا کہ آج ایک بکری ذبح کرو اور جو چیز اس کی سب سے زیادہ بری ہو وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت لقمان نے بکری ذبح کی اور اس کے دل و زبان کو آقا کے سامنے پیش کر دیا۔ دوسرے روز ان کے آقا نے پھر کہا کہ آج بھی ایک بکری ذبح کرو اور جو چیز اس کی سب سے زیادہ اچھی ہو وہ لے کر آؤ تو حضرت لقمان نے ایک بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے پھر وہی دل اور زبان ہی کو پیش کر دیا۔ آقا نے وجہ دریافت کی تو بولے کہ یہ دونوں چیزیں بدترین بھی ہیں اور بہترین بھی اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے زیادہ بری چیز اور کوئی نہیں اور اگر یہ سنور جائیں تو ان سے زیادہ اچھی چیز اور کوئی نہیں۔

عزیز نونہالو! دل اور زبان دونوں کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیے کیونکہ یہی ساری برائیوں کی جڑ ہیں۔ اگر یہ بگڑ گئے تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اگر یہ سنور گئے تو برکت ہی برکت ہے تو ہمیں دل اور زبان کی طرف نگاہ رکھنی چاہیے اور انہیں اچھا بنانا چاہیے۔

مرسلہ: **ارسلان**، رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار

☆☆☆

جنتیوں کو ۱۵/انعام

اہلِ جنت کو دربارِ خداوندی سے ۱۵/انعام ملیں گے جن میں مشغول رہ کر وہ ہمیشہ شاد و آباد رہیں گے۔

☆ بادشاہی جس میں معزولی کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔
☆ جوانی جس میں بڑھاپے کا نام نہ ہوگا۔
☆ تندرستی جس میں بیماری کا نشان نہ ہوگا۔
☆ دائمی عزت جس میں ذلت کا کوئی دخل نہ ہوگا۔
☆ راحت و فرحت جس میں غم و حزن کو راہ نہ ملے گی۔
☆ حیات جس میں موت نہ ہوگی۔
☆ خوشنودی جس میں غصہ و غضب نہ ہوگا۔
☆ نعمت کہ جس میں محنت و مشقت نہ ہوگی۔
☆ بقا جس میں فنا نہ ہوگی۔
☆ اُنس جس میں وحشت نہ ہوگی۔

مرسلہ: **عارفہ برکاتی**، برکت کالونی، اودے پور، راجستھان

☆☆☆

شاگرد ہو تو ایسا

حضرت ہارون رشید کے بیٹے امین اور مامون دونوں حضرت کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے۔ایک دن امام کسائی ان دونوں شہزادوں کو پڑھا کر اٹھنے لگے تو دونوں بھائی لپکے کہ جلدی سے جوتا اٹھا کر استاد کے سامنے رکھ دیں۔اس پر دونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا کہ کون استاد کے سامنے اس کا جوتا رکھے۔امام کسائی نے یہ دیکھ کر یوں صلح کرائی کہ یوں کرو کہ تم میں سے ہر ایک ،ایک ایک جوتا اٹھا کر لائے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔یہ خبر خلیفہ ہارون رشید کو پہنچی تو امام کسائی کو بلایا۔جب وہ آ گئے تو پوچھا۔سب سے زیادہ معزز کون شخص ہے ؟کسائی نے جواب دیا کہ امیر المومنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے؟ خلیفہ نے کہا:نہیں سب سے معزز وہ شخص ہے جس کے لیے ولی عہدِ سلطنت اور اس کا بھائی اس پر جھگڑیں کہ کون جوتا پہلے اٹھائے ۔امام کسائی گھبرا گئے ،سمجھے کہ خلیفہ شاید اس بات پر برہم ہے۔ہارون رشید سمجھ گیا اور کہنے لگا اگر آپ میرے لڑکوں کو اس سے منع کرتے تو میں خفا ہوتا مگر اب میں خوش ہوں کہ اس فعل سے میرے لڑکوں کی عزت اور شرف میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ ان کا جوہر اور نمایاں ہو گیا اور ان کے کردار کا شرف ظاہر ہو گیا۔پھر خلیفہ نے اس حسنِ تادیب پر امام کسائی کو دس ہزار درہم انعام کے عطا کیے۔

پیارے بچو! اس سے معلوم ہوا کہ استاذ کی قدر و قیمت کیا ہوتی ہے۔ وہی بچے کامیاب ہوتے ہیں جو اپنے استاد کی تعظیم کرتے ہیں۔ہمیں اپنے استاذ کی ہر حال میں تعظیم کرنا چاہیے۔

مرسلہ: **سکینہ فرحین** ،راجہ باغیچہ رفیع گنج،اورنگ آباد بہار

☆☆☆

افضل ترین باتیں

☆سب سے سچی کتاب اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔
☆بہترین ملت ،ملت ابراہیمی ہے۔
☆بہترین سنت ،سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
☆سب سے عزت والی بات اللہ کا ذکر ہے۔
☆بہترین کام وہ ہے جس کا انجام اچھا ہو۔
☆جو کم ہو اور کافی ہو جائے اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے۔
☆بہترین مالداری نفس کی مالداری ہے۔
☆بہترین توشہ تقویٰ ہے۔
☆دل میں آنے والی بہترین بات یقین ہے۔
☆شک کفر میں سے ہے۔
☆بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔
☆شراب گناہوں کو جمع کرنے والی ہے۔
☆جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔
☆نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے۔
☆بعض اللہ کا ذکر اسے چھوڑنے کی طرح کرتے ہیں۔
☆جھوٹ سب سے بڑا گناہ ہے۔
☆مومن کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
☆مومن کے مال کی حرمت اس کی جان کی طرح ہے۔
☆جو کسی سے درگزر کرے اللہ تعالیٰ اسے درگزر کرے گا۔
☆جو غصہ کو دبائے اللہ اسے اجر دے گا۔
☆جو کسی کو معاف کرے اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے گا۔
☆جو کسی مصیبت پر صبر کرے اللہ اسے اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔
☆بدترین کمانے والا سود کمانے والا ہے۔
☆کھانے کی بدترین چیز یتیم کا مال ہے۔
☆وہ شخص خوش بخت ہے جسے دوسرے کے ذریعے نصیحت حاصل ہو۔
☆بدبخت وہ شخص ہے جو ماں کے پیٹ میں بدبخت ہو جائے۔
☆تم میں سے ہر ایک کے لیے اتنا کافی ہے جس پر اس کا نفس قناعت کرے۔
☆ہر عمل کا سرمایہ اس کا انجام (آخر) ہے۔
☆سب سے زیادہ عزت کی موت شہداء کا قتل ہے۔
☆جو مصیبت کو جانتا ہے اس پر صبر کرتا ہے اور جو مصیبت کو نہیں جانتا وہ انکار کرتا ہے۔
☆جو تکبر کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔

مرسلہ: **ارسلان** گھاٹ کوپر،ممبئی

عزیز نونہالو! یہ کالم آپ کے لیے ہے یہ کالم آپ کو کیسا لگتا ہے،آپ ہمیں لکھ کر بھیجیں،اس کے علاوہ اپنی پسندیدہ اور سبق آموز اسلامی کہانیاں نیز اچھی باتیں ارسال کیجیے،ہم آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو بھی شایع کریں گے،آپ کی نگارشات کا انتظار رہے گا۔(ادارہ)

جائزے

از: صادق رضا مصباحی

(۱) نثر رضا کے ادبی جواہر پارے

یہ اردو ادب کی تاریخ کا بہت بڑا المیہ ہے کہ نقادانِ عصر نے مذہبی واسلامی کتابوں کو ادب کے زمرے میں شامل ہی نہیں کیا۔ لغویات، جھوٹ، فریب اور جنسیات کو فروغ دینے والی کتابوں پر یہ ''ادب زادے'' بڑے شوق سے اردو ادب کی کسی صنف کا لیبل چسپاں کر دیتے ہیں مگر جن کتابوں سے قوم وملت کی تعمیر وتطہیر اور تذکیر وتزکیہ ہوتا ہے، جو کتابیں اصلاحِ معاشرہ میں اہم رول ادا کرتی ہیں اور جنہیں پڑھ کر انسان حقیقی معنوں میں انسان بنتا ہے انہیں یہ لوگ درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔ اس میں مسلکی ومشربی خانہ جنگیوں کو دخل نہیں ہے تقریباً ہر مکتبِ فکر کے علما کی کتابوں کے ساتھ یہی سوتیلا سلوک کیا گیا ہے اور بالخصوص امام احمد رضا قادری بریلوی کی کتابوں کے ساتھ یار لوگوں نے تو کچھ زیادہ ہی سرد مہری کا مظاہرہ کیا ہے جب کہ ان کے بعض معاصر علما کے لیے یک گونہ رعایت رکھی ہے۔ اگر قارئین پر بار نہ ہو تو میں کہہ دوں کہ اس میں قصور ان کا نہیں ہمارا ہی ہے۔ کیوں، کیسے اور کس طرح کے تفصیلی جواب کے لیے یہ کالم متحمل نہیں ہے اس لیے اس سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ضرورت ہے کہ سنجیدہ اسلوب میں علما کی کاوشوں کو منظرِ عام پر لایا جائے اور ادب کے چودھریوں کو اس طرف متوجہ کرایا جائے۔ اس پس منظر میں ''نثر رضا کے ادبی جواہر پارے'' ایک سنجیدہ کوشش کے زمرے میں رکھی جاسکتی ہے۔ ۴۸ صفحات کی اس کتاب میں مصنف محمد حسین مشاہد رضوی مالیگانوی نے امام احمد رضا کی کتابوں سے چیدہ چیدہ اقتباسات خوان قرطاس پر سجا دیے ہیں اور ادیبانِ عصر کو دعوتِ نقد دی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے چونکہ متنوع موضوعات پر دادِ تحقیق دی ہے اور تقریباً ہر موضوع کو مالا مال کیا ہے اس لیے مؤلف نے ضروری سمجھا کہ باغِ رضا سے ہر طرح کے پھول چن لیے جائیں تاکہ امام احمد رضا کے اسلوب واظہار کا ایک مکمل نقشہ سامنے آجائے۔ محمد حسین مشاہد رضوی اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہیں مگر اس کامیابی کا وسیع تر فائدہ اسی وقت ہوگا جب یہ کتاب ہندوستان کی ہر بڑی لائبریری تک پہنچائی جائے اور بلا تفریقِ مسلک وملت ہندوستان کی منتخب بڑی بڑی علمی اور نمائندہ شخصیتوں کے دار المطالعوں تک بھیجنے کی سبیل پیدا کی جائے ورنہ کتاب چھپوا کر، اپنے حلقے میں تقسیم کرکے اور عوض میں داہ واہی سمیٹنے کا حاصل کیا؟ بدقسمتی سے امام احمد رضا جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے ساتھ اکثر وبیشتر لوگوں نے یہی سلوک کیا۔ ہم ہی لکھتے ہیں، ہم ہی چھاپتے ہیں اور ہم ہی پڑھتے ہیں اس سے کتاب علیہ کا فائدہ تو کم ہی ہوتا ہے البتہ کتاب منہ خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتا کہ ہم نے بہت بڑا تیر مار دیا ہے۔ بہرحال مشاہد رضوی نے نسبتاً بہتر کام کیا ہے امام احمد رضا کے ذہن سے قریب ہونے کے لیے یہ کتاب بھی اپنی جگہ اہم شمار کی جاسکتی ہے۔ باذوق قارئین کتاب منگوانے کے لیے 902176740/9420230235 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

(۲) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی

کتابچوں کی اہمیت وافادیت سے انکار قطعی ممکن نہیں ہے یہ بڑی بڑی کیم وشحیم اور متوسط کتابوں کی بنسبت قاری کو اپنی طرف زیادہ متوجہ کرتے ہیں اور ایک وسیع حلقے تک آسانی سے پہنچ جاتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ موضوع میں عصری حس موجود ہو اور ابلاغ واظہار کی سنجیدگی قاری کو اپنے تار سے باندھے رکھے۔ محمد حسین مشاہد رضوی کا مرتب کردہ ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی'' ایسا ہی ایک مختصر ترین رسالہ ہے۔ قاری ایک بہت مختصر سے عرصے میں اس کتاب کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ایک رخ (خوش طبعی) سے مستفیض ومستنیر ہوسکتا ہے۔ کسی کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش طبعی کا مظاہرہ کیسے کیا جائے اس کے عملی نمونے یہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مشاہد رضوی صاحب محنت کرکے اگر اس مضمون میں توسیع کردیں اور ذرا تفصیلی اور تحقیقی انداز سے قلم اٹھائیں تو ایک بڑا کام ہو جائے۔ اس رسالے کو ''ادارہ دوستی مالیگاؤں'' نے شائع کیا ہے اسے منگوانے کے لیے رابطہ کریں۔

902176740/9420230235

(۳) امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور امام احمد رضا کے علمی رشتے کو بیان کرتی یہ مختصر کتاب محترم غلام مصطفیٰ رضوی مالیگانوی کی مرتب کردہ ہے۔ سر ضیاء الدین احمد کی امام احمد رضا سے ملاقات کا پورا واقعہ اس میں درج ہے۔ امام احمد رضا سے استفادے کے بعد ضیاء الدین احمد صاحب زندگی بھر امام احمد رضا کے اسیر رہے اس کے بعض شواہد بھی مختلف دانشوروں کے حوالے سے یہاں مرقوم ہیں۔ فاضلِ مرتب نے دونوں شخصیتوں کا مختصر تعارف کرایا ہے اس میں اگر توازن رہتا تو بہت اچھا ہوتا اس کے بعد علمی رشتے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کے ذہنی و نظریاتی سفر کا تعین بھی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ فاضلِ مرتب کی اس آواز پر ہم سب کو لبیک کہنا چاہیے کہ ''ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد سے امام احمد رضا کے علمی مراسم و تعلقات پر اوراق پلٹے جائیں، معاصر اخبارات کی فائلیں کھنگالی جائیں، اخبار دبدبۂ سکندری رام پور کے اس وقت کے شمارے مطالعے کیے جائیں تو ممکن ہے کہ کئی ایک علمی نکات سامنے آئیں اور نئے جلوے منکشف ہوں''۔ نوری مشن سے شائع ہوئے ۳۴/صفحاتی رسالے کے لیے رابطہ کریں۔ 9325028586

(۴) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (۵) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

حمد و نعت کے یہ دو دیوان جناب محمد فرحت حسین خوشدل کے واردات قلبی ہیں۔ ان میں پہلی کتاب ۱۸۸/ جب کہ دوسری ۱۰۸/ صفحات پر مشتمل ہے شاعر نے دونوں دواوین کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا تاثرات، دوسرا حمد، تیسرا مناجات اور چوتھا نعتِ پاک ہے۔ دونوں کتابوں میں ناوک حمزہ پوری، ابوالبیان حماد، سعید رحمانی، اوج اکبر آبادی، منصور فریدی اور نٹ کھٹ عظیم آبادی کے تاثرات من وعن شامل کیے گئے ہیں۔ دونوں میں نعتِ پاک کا گوشہ حمد و مناجات کی بنسبت کہیں زیادہ ہے۔ کتابوں کی ورق گردانی سے اندازہ ہوا کہ فرحت صاحب خوشدل ہونے کے ساتھ ساتھ خوش فکر اور خوش کلام بھی ہیں اللہ کرے خوش مزاج بھی ہوں۔ حمد و نعت کے اشعار اچھے لگے اور بعض اشعار دل کو چھوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ نعتِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی، صفت اور ضمیر کے آگے درود شریف کی جگہ ؐ لکھا ہے یہ شرعاً محل نظر ہے۔ دوسری اشاعت میں اس کو نکال دیا جائے تو بہتر ہوگا اور اگر رکھنا ہی ہے تو صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں صلوٰۃ و سلام بھیجنے پر ہی شارٹ کٹ راستہ کیوں؟

(۶) عظمتِ رفاعی

اسلام کی ترویج و اشاعت میں مختلف سلاسل کے اولیائے کرام نے اپنے خونِ جگر کی لالی صرف کی ہے۔ برِصغیر کی حد تک عموماً لوگ چار سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقش بندیہ کے نام سے ہی آشنا ہیں حالانکہ ان کے علاوہ دیگر سلاسل بھی ہیں جن کا تذکرہ کیے بغیر اشاعتِ اسلام کی تاریخ آدھی ادھوری رہے گی۔ سلسلۂ رفاعیہ انہیں بافیض سلاسل میں سے ایک ہے۔ زیرِ نظر کتاب عظمتِ رفاعی بانیِ سلسلہ سلطان الاولیاء پیر کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل سید احمد زاہد رفاعی علیہ الرحمہ کی عربی تصنیف ''تذکرۃ المحققین'' کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ نگار مولانا ابراہیم آسی صاحب نے بڑی محنت سے ترجمہ کیا ہے مگر متعدد جگہوں پر ان کا قلم پھسل بھی گیا ہے۔ جہاں تک میں نے سمجھا ترجمہ تو انہوں نے صحیح کیا مگر ترجمے میں تکنیکی چیزوں کا بالکل لحاظ نہیں کیا ہے۔ سرسری مطالعے سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ مترجم کا تعلق ایک خاص علاقے سے ہے۔ دو چار مقامات سے اندازہ ہوا کہ ترجمہ اعدادیہ اولیٰ کے طلبہ کے لیے کیا گیا ہے حالانکہ ترجمے میں اب اس طرح کی چیزیں عیب شمار ہوتی ہیں۔ پوری کتاب ۱۶۴/ صفحات پر مشتمل ہے اور اسی جلد میں اس کا ہندی ترجمہ بھی ہے جس کے صفحات ۱۷۰/ ہیں تو گویا مجموعی طور پر ۳۳۶ صفحات ہوئے۔ ''عظمتِ رفاعی'' کا سرسری مطالعہ یہ اندازہ لگانے کے لیے بہت ہے کہ اس میں کرامات کے حوالے سے ان کی عظمت و رفعت ثابت کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اتنی عظیم المرتبت شخصیت کے علمی اور تبلیغی کارناموں سے دنیا کو روشناس کرایا جائے محض کرامات کی بنیاد پر سنجیدہ اور پڑھا لکھا طبقہ اب کسی سے متاثر نہیں ہوتا۔ خیر جو بھی ہے، بہت بہتر ہے بزمِ رفاعی بڑودہ کی یہ کوشش قابلِ قدر اور لائقِ تقلید ہے اس کی پذیرائی ہونی چاہیے۔

کتاب کے نام کے سلسلے میں ایک چیز میری ناقص سمجھ سے بالاتر ہے کہ تذکرۃ المحققین اور عظمتِ رفاعی میں کیا مناسبت ہے۔ اس کا عقدہ اگر کتاب کے اندر کہیں کھول دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ بہر حال معنیاتی سطح پر اس کتاب کی اہمیت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔ اصل کتاب ۱۱۳۳/ھ میں تحریر کی گئی اور ۱۴۲۸ھ میں اس کا ترجمہ منظرِ عام پر آیا ہے۔ ترجمے میں صرف پانچ صفحات پر مشتمل بانیِ سلسلہ کا مختصر تعارف شامل ہے اس کے بعد ان کی کرامات، معمولات اور اولیائے کرام کے مشاہدات شامل ہیں۔ سلسلۂ رفاعیہ کے وابستگان کے لیے یہ

ایک قیمتی تحفہ ہے امید ہے کہ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ بزم رفاعی کے ذمے داران اور مولانا ابراہیم آسی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے سلسلۂ رفاعیہ کے بانی کے حالات سے ہمیں روشناس کرایا۔ ضرورت ہے کہ بانیِ سلسلہ سلطان الاولیاء حضرت پیر کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک سوانحی کتاب جو مستند حوالوں سے کسی ہوئی ہو اور عصری اسلوب میں خاص سوانحی انداز میں لکھی گئی ہو، منظرِ عام پر لائی جائے مجھے یقین ہے کہ نقشِ ثانی نقشِ اول سے کہیں بہتر ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بزم رفاعی کے ذمے داران نے اس سمت میں کوششیں شروع بھی کر دی ہیں اللہ کرے جلد از جلد ثمر بار ہوں۔ ''عظمت رفاعی'' یقیناً بانیِ سلسلہ کی شخصیت کے خطوط منور کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ وابستگانِ سلسلہ اور علم وادب سے دل چسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کے لیے بزم رفاعی، خانقاہ رفاعیہ، حضرت سید فخر الدین رفاعی مارگ ڈانڈیا بازار بڑودہ گجرات سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

(۷) پیام حرم

برِ صغیر کی عظیم دینی دانش گاہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی کا ترجمان ''پیام حرم'' ماہ بماہ پیامِ حرم لے کر آتا ہے۔ یہ رسالہ اپنی عمر کے ساتویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر شمارہ مارچ کا ہے اس میں مینیجنگ ایڈیٹر مولانا غلام نبی قلبی صاحب نے ''عصرِ حاضر میں اخلاقِ غوثیہ کی معنویت'' کے عنوان سے اداریہ تحریر فرمایا ہے۔ اس شمارے کے مشمولات اس طرح ہیں: مسئلہ توسل: ایک تحقیقی جائزہ، دینی مسائل، سید احمد کبیر رفاعی اور علما کی قدر دانی، سفر نامۂ حجاز، ایک آریہ پنڈت کے اعتراضات کے جوابات، سادات جھونسی کا ماضی، حال اور مستقبل، تجارت اور رزقِ حلال کی طلب، فروغِ رضویت میں فقیہ ملت کا کردار، ایک عالمِ ربانی کی قدم بوسی، مطبوعاتِ جدیدہ، ملی وثقافتی سرگرمیاں۔

اس سے آپ کو رسالے کے مزاج کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ رسالے میں سادگی ہے مگر اس سادگی میں حسن ہے۔ رسالے کو لگا تار چھ سال تک کامیابی سے چلائے رکھنا آج کے دور میں جب کہ علمی مزاج عنقا ہوتا جا رہا ہے، کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کے لیے ادارے کا پورا عملہ خصوصاً ادارتی ٹیم مبارک باد کی مستحق ہے۔ ''پیام حرم'' کو ابھی اور زیادہ علمی وتحقیقی بنانے کی ضرورت ہے مگر کانوں میں کوئی چپکے سے یہ سرگوشی کر رہا ہے کہ میاں! کیا یہ سارا کام باتوں سے ہو جائے گا؟ علمی اور تحقیقی موضوعات پر لکھنے والے کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ جدید دور نے علم ومعلومات میں لامحدود اضافہ تو کر دیا ہے مگر دانش وری کم سے کم ہوتی جا رہی ہے مگر ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے اب بھی ایسے لوگ ہیں جو سنجیدہ، علمی اور تحقیقی انداز سے قلم اٹھا سکتے ہیں اور ایسے افراد تیار کیے جا سکتے ہیں صرف محنت خلوص اور سب سے بڑھ کر چھوٹوں کی حوصلہ افزائی درکار ہے مگر خزاں نصیبی تو یہ ہے کہ مادیت میں لت پت بعض بزرگوں سے چھوٹے حوصلہ افزائی کے دو بول سننے کے لیے ترس جاتے ہیں تو افراد کہاں سے پیدا ہوں گے؟

بہر حال بڑا اچھا پرچہ ہے اس کے ممبر خود بھی بنیں اور دوسروں کو ممبر بنوا کر اس کارِ خیر میں عملی تعاون کریں۔ دینی کتابوں اور رسائل وجرائد سے شغف رکھنے والوں کے لیے یہ خاصے کی چیز ہے۔ پرچے کے لیے 09919369645 پر رابطہ کر کے اپنے ذوق کی تسکین کر سکتے ہیں۔

(۸) کلام رضا کے نئے تنقیدی زاویے

(۹) امام احمد رضا اور منقبت نگاری

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی اہلِ سنت وجماعت کے معروف قلم کار ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی پر ان کے درجنوں مقالات پاک وہند کے متعدد جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس وقت میرے پاس ان کے تحریر کردہ دو کتابچے ہیں ایک ''کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاویے'' (سیریز ۳/۳) اور دوسرا کتابچہ ''امام احمد رضا اور منقبت نگاری''۔ پہلے رسالے میں ڈاکٹر صاحب کے درج ذیل مختصر مختصر چھ مقالات شامل ہیں۔ (۱) امام احمد رضا کا تصورِ حمد (۲) امام احمد رضا کی سراپا نگاری، (۳) کلامِ رضا کی دو حسین جہات (۴) اسلوبِ رضا کا بانکپن (۵) امام احمد رضا کی ترکیب سازی (۶) کلامِ رضا میں انگریزی الفاظ کا استعمال۔ اس سے قبل دو سیریزوں میں بعض مقالات شائع ہو چکے ہیں اور چوتھی سیریز ابھی قریب الاشاعت ہے۔ ۴۸ رصفحات کی اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے مختصر انداز میں امام احمد رضا کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے یہ بہت کار آمد کتاب ہے۔

امام احمد رضا اور منقبت نگاری ۲۴ رصفحات پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے اعلیٰ حضرت کے وہ اشعار جمع کر دیے ہیں جو حضرت مولائے کائنات، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سرکار سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، حضرت سرکار نوری میاں مارہروی، تاج الفحول حضرت شاہ عبد القادر بدایونی علیہا الرحمہ کی شان میں ہیں۔ یہ دونوں رسالے رضا اسلامک اکیڈمی، ۱۰۴/۴۲ جسولی بریلی شریف کی جانب سے شائع ہوئے ہیں۔

❊.....❊

دینی، علمی، مذہبی اور دعوتی سرگرمیاں

از: ادارہ

باندرہ ممبئی میں سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام جلوس عید میلا دالنبی

سنی دعوتِ اسلامی اور گلشن احمد رضا کمیٹی کے زیر اہتمام بارہویں شریف کے موقع پر ۱۶رفروری ۲۰۱۱ء بروز بدھ کو باندرہ ایسٹ میں جلوسِ عید میلا دالنبی نکالا گیا۔ حسینی چوک سے یہ جلوس تقریباً تین بجے شروع ہوا۔ جلوس کی قیادت امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری صاحب کے علاوہ مولانا افتخار اللہ مصباحی، قاری نعمت اللہ صاحب اشرفی (خطیب وامام غریب نواز مسجد)، مولانا عبدالکریم نجمی، مولانا اصغر رضا رضوی، مولانا توحید اختر صاحب نے کی۔ حسینی چوک پر نیاز کا اہتمام تھا لوگوں نے نیاز کھا کر جلوس میں شرکت کی یہ جلوس مختلف مقامات سے ہوتا ہوا عصر کے وقت اسٹیشن مسجد باندرہ ویسٹ پہنچا۔ یہاں جلوس میں شریک تمام لوگوں نے عصر کی نماز ادا کی اور نماز کے بعد موئے مبارک کی زیارت کرائی گئی۔ اس کے بعد یہاں سے روانہ ہوکر قدیم سلاٹر ہاؤس کے پاس پہنچا، یہاں نماز مغرب ادا کی گئی۔ یہاں بھی نیاز کا اہتمام کیا گیا تھا لوگوں نے نیاز کھائی یہاں قائدین جلوس کی مقامی لوگوں کی جانب سے گل پوشی کی گئی۔ اس کے بعد یہ جلوس ایسٹ میں باندرہ کورٹ پہنچا اور عشا کی نماز نورانی مسجد میں ادا کی گئی۔ پھر کھیرواڑی پولیس چوکی ہوتا ہوا غریب نواز مسجد کھیرواڑی پہنچا یہاں امیر سنی دعوت اسلامی کا مختصر خطاب ہوا۔ نور علی نور مسجد کے پاس بھی نیاز کا انتظام کیا گیا تھا۔ جلوس دیر رات تقریباً دس بجے حسینی چوک پر ختم ہوا۔ قائدینِ جلوس نے وقفے وقفے سے سامعین کو سیرت نبوی کو اپنانے کی تلقین کی اور مداحانِ رسول نعتیں پیش کر کے سامعین کے قلوب گرماتے رہے۔ جلوس میں خاص طور پر جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ممبئی کے صدر الحاج ابراہیم بھائی جان، ایاز حسین صدر گلشن امام احمد رضا کمیٹی، الحاج ضمیر بھائی صدر بہرام نگر مسجد، جناب محمد شریف قادری، جناب خالد خان صدر نور علی نور مسجد، سید احمد، راشد رضوی، محمد رضا وغیرہ مبلغین سنی دعوت اسلامی کے علاوہ ہزاروں افراد شریک تھے۔ اس جلوس کی خاص بات یہ تھی کہ یہ مکمل طور پر غیر شرعی کاموں سے محفوظ تھا۔

بولٹن یوکے میں جشن عید میلا دالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۸رفروری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ بولٹن یوکے کی مرکزی مسجد غوثیہ میں بارہویں شریف کی مناسبت سے سنی دعوت اسلامی کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس کی صدارت شہر کے بزرگ عالم دین حضرت علامہ محمد حنیف رضوی نے فرمائی جب کہ نظامت کی ذمے داری راقم پر تھی۔ اجتماع کا آغاز جناب قاری اعجاز صاحب کی تلاوت سے ہوا ان کے بعد پاکستان کے معروف ثنا خواں الحاج محمد ساجد قادری نے نعتیہ کلام پیش کیا جس سے حاضرین پر ایک روحانی کیف وسرور طاری ہوگیا بعدہ مولانا محمد کلیم ابن مولانا اقبال مصباحی صاحب نے انگریزی میں مختصراً مگر بڑا ہی دل پذیر خطاب فرمایا۔ اخیر میں مرکزی خطاب امیر سنی دعوت اسلامی کا ہوا۔ حضرت موصوف نے میلادِ پاک کی برکتوں کے ساتھ ساتھ سیرتِ نبوی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ''محبت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اصل ایمان اور آپ کی اتباع مومن کا ہتھیار ہے'' آپ نے حسینی کردار کا حوالہ پیش کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ حیاتِ جاوداں اس کا مقدر بنتی ہے جو اپنی پسند کو اللہ و رسول کی پسند پر قربان کرتا ہے۔ اخیر میں صلاۃ وسلام اور امیر سنی دعوت اسلامی کی دعاؤں پر اجتماع ختم ہوا۔ شرکا میں عوام کے ساتھ خواص بھی موجود تھے جن میں علامہ محمد حنیف رضوی، علامہ شوکت علی صاحب، علامہ محمد بشیر اشرفی صاحب، علامہ نظام الدین مصباحی صاحب، مولانا اسماعیل رضوی، مولانا کلیم قادری، مولانا محمد حسین قادری، مولانا یونس رضوی اور الحاج عارف پٹیل وغیرہ کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔

رپورٹ: محمد محسن رضوی بولٹن، یوکے۔

بولٹن یوکے میں امیر سنی دعوت اسلامی کا خطاب

امیر سنی دعوت اسلامی عطائے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد شاکر علی نوری صاحب مدظلہ العالی امریکہ جاتے ہوئے ایک دن کے لیے برطانیہ تشریف لائے۔ حضرت ۱۸رفروری بروز جمعہ ہیتھرو ائر پورٹ پر

اترے اور مانچیسٹر تشریف لائے وہاں حضرت مفکر اسلام علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی مدظلہ النوارنی کی مسجد میں بیان فرمایا۔ پھر آپ بولٹن تشریف لے گئے وہاں مسجد غوثیہ میں میلاد النبی پر با اثر اور پر سوز بیان کیا سامعین کو میلادِ نبی کے مقصد سے واقف کیا اور عمل کی رغبت دلائی اور لوگوں کو مسلکِ اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنے کی تلقین فرمائی۔ یہ امیر دعوت کی خصوصیت ہے کہ اپنے ہر بیان میں مسلکِ اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں مسلکِ اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعرے کی پذیرائی امیرِ دعوت کی تشریف آوری کا نتیجہ ہے۔

غوثیہ مسجد بولٹن میں مغرب وعشا کے درمیان حضرت کا خطاب ہوا وہاں سے فارغ ہوتے ہی آپ مرکز سنی دعوت اسلامی مسجد نور کے عیدِ میلاد النبی کے جلسے میں پریسٹن تشریف لائے۔ یہاں بھی آپ نے میلاد النبی کی اہمیت ومقصدیت پر بیان فرمایا اور پیارے آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دین کی راہ میں جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور صحابہ کو جن مشقتوں سے دوچار ہونا اس پر آیات احادیث اور واقعات کی روشنی میں بیان کیا۔ حضرت کی تقریر سے مجمع کی غالب اکثریت اشک بار تھی۔ بیان کے اختتام پر لوگوں سے ملاقات فرمائی اور مبلغین کو دعوتی کام کو آگے بڑھانے کی بہت بہت رغبت دلائی۔ رات میں تین بجے حضرت امریکہ روانہ ہوگئے۔

رپورٹ: محمد یونس مصباحی، یوکے۔

شبِ عیدِ میلاد میں ممبئی میں طلبہ کا نعتیہ انعامی مقابلہ

سنی دعوتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام ہر سال کی طرح امسال بھی بارہ ربیع الاول شریف کے حسین موقع پر ۱۱ر ربیع النور شب عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بروز منگل بعد نماز عشا مرکز اسماعیل حبیب مسجد میں طلبہ کا نعتیہ مقابلہ منعقد ہوا جس میں ممبئی اور بیرون ممبئی کے تقریباً ۴۵ر طلبہ نے حصہ لیا۔ طلبہ کو جونیئر گروپ، مڈل گروپ اور سینیئر گروپ میں منقسم کیا گیا تھا۔ جونیئر گروپ میں آٹھ سال کے طلبہ، مڈل گروپ میں پندرہ سال سے کم عمر کے طلبہ اور سینئر گروپ میں پندرہ سال سے زیادہ عمر کے طلبہ شامل تھے۔ سبھوں کو ۵، ۵ منٹ کا منٹ کا وقت دیا گیا تھا۔ تینوں گروپ سے اول دوم اور سوم آنے والے طلبہ کے نام علی الترتیب اس طرح ہیں۔ جونیر گروپ سے محمد عثمان غنی یوسف شیخ (ممبئی) ،محمد مصطفیٰ احمد صدیق بٹاٹا والا (کامبیکر اسٹریٹ ،ممبئی) اور محمد صدیق سلیمان لوس والا (کھڑک ممبئی)، مڈل گروپ سے شیخ محمد بلال طاہر علی (ممبرا تھانہ)، محمد عامر رضا (ممبرا تھانہ) مجتبیٰ مقصود شیخا (زکریا مسجد اسٹریٹ، ممبئی) اور معین الدین احمد صدیق بٹاٹا والا (کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی) سینئر گروپ سے سید حامد عبدالمقتدر (مہاپولی بھیونڈی)، محمد سلمان پٹی والا (ممبئی) اور محمد حسان رضوان خاں (ڈاکیارڈ روڈ، ممبئی)۔ ان سب طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔ نظامت کے فرائض الحاج سید احمد اور الحاج قاری محمد رضوان خاں نے انجام دیے۔ بیچ بیچ میں الحاج محمد رضوان صاحب اپنی مدھر آواز سے سامعین کی ضیافت کرتے رہے۔ اس کمپٹیشن میں جج کی حیثیت سے مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا عبدالرب مصباحی اور مولانا صادق رضا مصباحی شریک ہوئے۔ یہ مقابلہ رات تقریباً تین بجے اختتام کو پہنچا۔ اس کے بعد کافی دیر تک الحاج رضوان صاحب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعتیں پیش کرتے رہے۔ اخیر میں امیر سنی دعوت اسلامی نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت کے موضوع پر بڑا عمدہ خطاب فرمایا۔ انہوں نے عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں واضح کیا کہ عید میلاد منانا کیوں ضروری ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا اہمیت ہے۔ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا اس لیے نعتوں کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں جھوم جھوم کر نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا۔ پھر موئے مبارک کی زیارت کرائی گئی جو بعد فجر تک جاری رہی۔

باندرہ میں آتشزدگی متاثرین میں سنی دعوت اسلامی نے ریلیف تقسیم کی

سنی دعوت اسلامی کی جانب سے ممبئی کے باندرہ غریب نگر میں آتشزدگی متاثرین کے لیے بنیادی اور ضروری امداد فراہم کی گئی۔ ہر گھر کے لیے چادریں، برتن، اناج، بالٹیاں وغیرہ تقسیم کی گئیں اس کے علاوہ رات اور دن کے ۲۴ر گھنٹے مفت میڈیکل کیمپ کا بھی انتظام کیا گیا جہاں پر تحریک کے ڈاکٹروں نے متاثرین کا فری علاج کیا۔ اس فری میڈیکل کیمپ سے سیکڑوں لوگوں نے علاج کرایا یہ کیمپ کئی روز تک لگا رہا۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے متاثرہ مقام پر پہونچ کر رضا کاران کو بہتر طریقے سے ریلیف پہنچانے کی تاکید فرمائی۔ انہوں نے حکومت مہاراشٹر سے اپیل بھی کی کہ متاثرین طلبہ وطالبات کے پانچ سالہ تعلیمی اخراجات کا ذمہ لے کر حکومت ان کے مستقبل کو تابناک بنائے۔ رضا اکیڈمی ممبئی اور علیمی مومنٹ آف انڈیا، غریب نواز فاؤنڈیشن نے بھی ریلیف تقسیم کی۔

گیارہویں شریف میں سنی دعوت اسلامی کا گیارہ روزہ پروگرام

تحریک سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام گھڑپ دیو، رے روڈ ممبئی میں گیارہویں شریف کے حسین موقع پر گیارہ روزہ پروگرام بعنوان ''جشن غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' منعقد ہوا جس میں ممبئی و بیرونِ ممبئی کے خطبا و مقررین نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب فرما کر لوگوں کے دلوں میں عشق و عرفان کی شمع روشن کیں۔ ۶ر مارچ یعنی پہلی شب مولانا اصغر رضا نے خشیت الٰہی کے موضوع پر بہترین خطاب فرمایا اور لوگوں کو خشیتِ الٰہی سے آشنا کرایا اور مولانا توصیف رضا نجمی نے بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرکے سامعین کو محظوظ کیا۔ دوسری شب مولانا عبدالکریم رضوی نجمی نے کرامات اولیا کے متعلق ایک مدلل خطاب فرمایا اور لوگوں کو اس امر سے آشنا کرایا کہ اللہ کا ولی وہ نہیں جو دریاؤں کے دوش پر چلے بلکہ اللہ کا ولی تو وہ ہے جو مکمل شریعتِ مصطفیٰ کی پیروی کرے اور محمد ابراہیم نے نعت رسول پیش کی۔ تیسری شب سید احمد رضوی صاحب نے تربیت اولاد پر پرمغز خطاب فرمایا اور ساتھ ہی نعتِ شہ کونین پیش کی۔ چوتھی شب عالمی شہرت یافتہ نعت خواں الحاج رضوان خان صاحب نے شانِ حبیب الرحمٰن کے متعلق ایک عمدہ اور مدلل خطاب فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان وعظمت کو لوگوں کے سامنے پیش فرمایا اور نعت بھی پیش کی۔ پانچویں شب مولانا عبداللہ نجمی نے حضور غوثِ پاک کے داعیانہ کردار سے متعلق خوبصورت انداز میں بیان فرمایا محمد رضا اشرفی نے نعت مبارکہ پیش کی۔ چھٹی شب مولانا اشرف رضا نجمی نے عظمتِ اولیا کے موضوع پر خطاب فرمایا اور حافظ نعیم الدین سلمہ نے نعتِ نبی پیش کی۔ ساتویں شب مولانا عمران نجمی نے ''صفاتِ مومن اور حضور غوثِ پاک'' کے عنوان پر عمدہ خطاب فرمایا اور لوگوں کو اچھے اخلاق اپنانے کی طرف راغب کیا اور فیاض نوری نے نعت کونین پیش فرمائی۔ آٹھویں شب میں محمد الیاس اشرفی مبلغ سنی دعوت اسلامی نے عشقِ رسول اور غوثِ پاک کے موضوع پر بیان فرمایا۔ نویں شب میں خصوصی خطاب عطائے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر علی نوری صاحب قبلہ امیر سنی دعوت اسلامی نے ''اولیا کی راتیں'' کے موضوع پر فرمایا اور لوگوں کو یہ بتایا کہ اولیائے کرام راتوں کو عبادتِ خداوندی، سجدہ وقیام میں گزار دیا کرتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم راتوں کو گناہوں کے اڈے اور فلم بینی میں گزار دیتے ہیں۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ لوگو! اللہ سے ڈرو اور خشیتِ الٰہی کو اپنے دلوں میں بسا لو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ دنیا بھی کامیاب اور آخرت بھی کامیاب رہو گے۔ دسویں شب مولانا ابوالحسن نوری صاحب قبلہ نے ''مقامِ اولیا'' کے متعلق پرجوش انداز میں خطاب فرمایا اور ان کے مقام ومرتبے سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ دسویں و آخری شب مولانا افضل برکاتی نجمی نے ''شان غوث اعظم'' کے موضوع پر عمدہ خطاب فرمایا اور حافظ فیاض نے نعت مبارکہ پیش فرمائی۔ اس گیارہ روزہ اجلاس میں قریب وبعید کے کثیر تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی جبکہ علاقے کے نمائندہ حضرات بھی شریک رہے۔

﴿.....﴾

عرسِ نسیم ملت وجشنِ دستار بندی

۲۹ر ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۵ر مارچ ۲۰۱۱ء کو مدرسہ رضویہ یار علویہ انوار الاسلام قصبہ سکندر پور بستی میں یک روزہ عظیم الشان عرسِ نسیمِ ملت وجشنِ دستار بندی کا روح پرور پروگرام جانشینِ نسیمِ ملت حضرت مولانا محمد طاہر القادری کلیم فیضی کے زیر انتظام وانصرام منعقد ہوا جس میں سیکڑوں علما، شعرا اور عوام اہلِ سنت نے شرکت کی۔ بعدِ نمازِ مغرب جلوسِ چادر نکالا گیا اور آستانۂ حضور نسیم ملت علیہ الرحمہ پر چادر پوشی وگل پاشی کی گئی اور پھر نعت ومنقبت اور صلوٰۃ وسلام ودعا خوانی پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ بعد نماز عشا تقریری پروگرام کا آغاز حضرت قاری فاروق رضا کی تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ حضرت مولانا عابد رضا حشمتی، حضرت مولانا اختر رضا بہیڑوی، حضرت مفتی ابرار احمد امجدی اور حضرت علامہ مفتی سلطان رضا نوری بہرائچی نے اپنی اپنی تقریروں میں علامہ نسیم بستوی علیہ الرحمہ کی گوناگوں علمی وفنی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی سیرت وشخصیت پر روشنی ڈالی۔ شعرا میں حیرت گونڈوی، اشہر بہرائچی، اسلم گونڈوی، فہیم بستوی، اشتیاق احمد، ندیم بہرائچی اور نثار رشیدی نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ نظامت کے فرائض مولانا عبدالسلام فہیم بستوی نے بحسن وخوبی انجام دیے۔ اس جلسے میں دیگر بہت سارے علما وفضلا سمیت بطور خاص الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے ناظم اعلیٰ حضرت قاری جلال الدین قادری نے بھی شرکت فرمائی۔ رات ۱۲ر بج کر ۱۵ر منٹ پر قل شریف اور ۲ر بجے شب یہ پروگرام صلوٰۃ وسلام اور جانشین نسیم ملت علامہ محمد طاہر القادری کلیم فیضی کی دعاؤں پر اختتام پذیر ہوا۔

(شعبۂ نشر واشاعت مدرسہ انوار الاسلام سکندر پور بستی، یوپی)

﴿.....﴾

قارئین کے خیالات وتاثرات

از:ادارہ

وضاحت

مکرمی..............السلام علیکم

مارچ ۲۰۱۱ء کا ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی موصول ہوا۔آپ کی عنایت کے لیے ممنون ہوں اس پرچے میں میری رباعیات بھی شامل ہیں اس کے لیے مزید شکریے کے مستحق ہیں۔مولائے کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے لیکن ان رباعیات میں چوتھی رباعی کے پہلے مصرع کو کمپوزر نے غلط کر دیا ہے۔لفظ ''ہیں'' کی وجہ سے یہ مصرع ایسا ناموزوں ہوگیا کہ رباعی کے ۲۴ ؍اوزان میں سے کسی وزن میں نہیں آتا۔آپ میرے بھیجے ہوئے مسودے کو دوبارہ دیکھ سکتے ہیں۔مصرع یوں ہے۔

ع مجبور سہی پھر بھی ارادے ہیں بلند

کمپوزر صاحب نے ''سہی'' کو ''ہیں'' سے بدل دیا برائے کرام وضاحت فرمادیں۔امید ہے کہ مزاج گرامی بہ عافیت ہوگا۔

فقط والسلام

صابر سنبھلی

سیف خاں سرائے سنبھل، ضلع مرادآباد

☆☆☆

شمارہ وقیع اور معیاری ہے

مکرمی ایڈیٹر صاحب............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ سنی دعوت اسلامی بابت مارچ ۲۰۱۱ء موصول ہوا۔اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں یہ شمارہ بھی حسب معمول وقیع اور معیاری ہے جس میں قرآن وحدیث کے حوالے سے پراز معلومات مضامین شامل ہیں۔خصوصاً آپ کا مضمون ''مصطفوی کردار ہر ترقی اور کامیابی کا عالمی منشور'' بہت خوب ہے۔اس کے علاوہ ام عرفان، ظل ہما، غلام مصطفیٰ رضوی اور ام ایمن کراچی کی تحریروں نے کافی متاثر کیا۔اس مفید اور معلوماتی پیش کش کے لیے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔اپنی ایک مناجات اور ایک نعتِ پاک برائے اشاعت ارسال خدمت ہے۔ چند اعلانات بھی منسلک ہیں متعاقب شمارے میں شامل کرلیں تو عنایت ہوگی۔حمد ومناجات کی طباعتی کارروائی شروع کردی گئی ہے صرف ۱۵ ؍شعرا کا انتظار ہے ۱۰۰ ؍کی تعداد مکمل ہوتے ہی مسودہ پریس کو بھیج دیا جائے گا۔

خیر طلب

سعید رحمانی

ایڈیٹر سہ ماہی ادبی محاذ، کٹک اڑیسہ (انڈیا)

☆☆☆

ایڈیٹر سنی دعوت اسلامی! ہدیہ سلام مسنون

خوشی ومسرت کی بات ہے کہ ماہنامہ سنی دعوت اسلامی تسلسل کے ساتھ جنت نگاہ بنتا رہتا ہے۔ابھی شمارہ اپریل ۲۰۱۱ء تازہ اور خوبصورت جریدہ تشریف لایا جسے دیکھتے ہی دل باغ باغ ہوگیا کیونکہ ماہ بماہ سنی دعوت اسلامی شاندار سے شاندار اور جاندار سے جاندار ہوتا جارہا ہے اور مسلک حق اہل سنت کے استحکام اور اس کے فروغ میں بہت ہی نمایاں وممتاز کردار ادا کررہا ہے ہر آنے والا تازہ شمارہ پچھلے شماروں سے کہیں اچھا خوبصورت اور جاذب قلب ونگاہ پاتا ہوں یہ سب آپ کی اعلیٰ صحافت اور مدبرانہ صلاحیت کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔سر ورق سے لے کر رسالے کے پشت تک حسن وجمال کا مرقع ہے سارے مضامین ومشمولات معیاری لائق مطالعہ اور قابل مدح و تعریف ہیں بہت کچھ نہ کہہ کر صرف اتنا کہوں گا کہ ماہنامہ سنی دعوت اسلامی اب ایک بے مثال رسالہ بن چکا ہے اللہ تعالیٰ اسے دوام واستحکام عطا فرمائے آمین

محمد طاہر القادری کلیم فیضی

مدرسہ انوار الاسلام سکندر پور بستی

عظمتِ صحابہ کانفرنس میں امام حرم کی آمد کے اسباب ومحرکات اور ان کے نتائج

دہلی کی عظمتِ صحابہ کانفرنس مؤرخہ ۲۶ر مارچ کا اعلان ہوتے ہی ذہنوں میں یہ بات گردش کرنے لگی کہ اس کے پیچھے کوئی بین الاقوامی منصوبہ تونہیں؟ کہیں کسی خاص مقصد کے پیش نظر اس کا انعقاد دہلی میں تونہیں ہورہا ہے؟ اس کے پیچھے سعودی لابی کا ہاتھ تونہیں؟ جو اپنے داخلی انتشار کو ایک نیا موڑ دینا چاہ رہی ہے؟ کہیں یہودی لابی کی سازش اور امریکہ کی پشت پناہی میں ایران پر حملے کی تیاری تو نہیں جس کی ماحول سازی اس عظمتِ صحابہ اور امام حرم کے نام پر کی جارہی ہے؟ اور کیا ان سب کی مشترکہ کوشش یہ تونہیں کہ سنی شیعہ کشیدگی وتصادم کا سلسلہ شروع کرکے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی جاسکے؟ جس کے لئے ضروری ہے کہ دہلی ولکھنؤ وغیرہ میں کراچی جیسے حالات پیدا کرکے لشکرِ جھنگوی وسپاہِ صحابہ جیسے دہشت گرد گروپ پیدا کرکے سنیوں کی اس طرح ذہن سازی کردی جائے کہ سعودی شیعوں اور ایرانی شیعی حکومت کے خلاف جب کوئی بڑا قدم اٹھایا جائے تو ہندوستان وپاکستان اور دنیا بھر کے سنی مسلمان خاموش تماشائی بن کر کسی مزاحمت سے پرہیز کریں اور یہودی لابی کو اپنا کھیل کھیلنے دیں؟

عام حالات میں عظمتِ صحابہ کانفرنس کا انعقاد کسی سنی تنظیم کی طرف سے ضرور محمود ومستحسن ہوتا مگر جمعیۃ العلما جیسی سیاسی جماعت اور اس کے ایک سیاسی گروپ کی جانب سے ایسے خاص سیاسی مقاصد جن سے اسلام دشمن عناصر کے عزائم پورے ہوں اسے یقیناً معیوب و مذموم ہی سمجھا اور کہا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ ہند اس کانفرنس کو سخت تشویش واضطراب کی نظر سے دیکھ رہے ہیں جس میں عظمتِ صحابہ وعظمتِ حرم کا استعمال ہورہا ہے اور وہ اسے سعودی سیاست کا ایک حصہ قرار دینے کے ساتھ ہی جمعیۃ العلما ہند کی داخلی سیاست اور ایک دوسرے پر بالا دستی حاصل کرنے کا اسے ایک عملی مظاہرہ سمجھ رہے ہیں۔

امامِ حرم کی آمد وشرکت اور ان کی اِقتدا میں کسی مسجد یا مقام تک پہنچ کر نماز پڑھنے کی دعوت واعلان بھی خوب ہے۔ کیا منتظمین کانفرنس اس کی شرعی وضاحت فرمائیں گے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم ودیگر کتبِ احادث کی اس مشہور حدیثِ صحیح کا کیا مطلب ہے کہ مسجد حرام ومسجد اقصیٰ ومسجد نبوی کے سوا کسی دوسری مسجد کے لئے شَدِّ رِحال یعنی سفر نہ کیا جائے؟ کیا محدثین وشارحینِ حدیث نے اس کے سوا بھی اس حدیث شَدِّ رحال کا مطلب بتایا ہے کہ قصدِ ثواب وکثرتِ ثواب کی نیت سے ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے؟

اگر اس حدیث کا یہی مطلب ہے تو پھر کسی دوسری مسجد ومقام کے لئے سفر کی ترغیب ودعوت اور امام حرم کی اقتدا کی دعوت واعلان کا شرعی جواز کیا ہے؟ اور اگر اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے تو پھر معتمد و مستند محدثین وشارحینِ حدیث کے بیان کردہ مطلب سے مسلمانانِ ہند کو آگاہ کیا جائے۔ بصورتِ دیگر اسے کتمانِ علم وکتمانِ حق (علم اور حق کو چھپانے) کے سوا اور کیا کہا جائے گا؟

برائے مہربانی اس کی بھی وضاحت کی جائے کہ آج (۱۹ر مارچ ۲۰۱۱ء) کے اردو اخبارات میں دار المبلغین لکھنو ومجلسِ وتحفظِ ناموسِ صحابہ لکھنو وانجمن ہائے مدحِ صحابہ لکھنؤ وغیرہ کی طرف سے شائع شدہ اشتہار برائے تائید وحمایت ''عظمتِ صحابہ کانفرنس دہلی'' کا سیدھا مقصد وہی نہیں ہے جو عام سنی مسلمانوں کے ذہن میں بھی گردش کررہا ہے کہ سنی شیعہ تصادم کا ماحول پیدا کرکے اپنے ذاتی و نجی مفادات کی تکمیل کی جائے اور یہودی وامریکی سازش کی کامیابی کے داخلی امکانات زیادہ سے زیادہ پیدا کردیے جائیں؟

''عظمتِ صحابہ کانفرنس دہلی'' کی خبر میڈیا کے ذریعہ عام ہوچکی ہے اس لئے میڈیا ہی کے ذریعہ ان سوالات کے جوابات عنایت کیے جائیں۔ نوازش ہوگی۔

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دار القلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

قرآن سے دوری.........ایک لمحۂ فکریہ

اللہ تبارک وتعالیٰ چوں کہ اپنے ہر بندے پر رحمت کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے اس خاک دانِ گیتی کا نظام کچھ اس طرح رکھا ہے کہ اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے قریب کرنے کے لیے کبھی نماز، کبھی روزہ، کبھی حج وزکوٰۃ، کبھی اعمال حسنہ، کبھی ہمدردی وخلوص اور کبھی تلاوت قرآنِ مجید کے ذریعے سے بندوں کو نوازتا ہے۔ یہ انسان ہے کہ اپنے ہر کام کو اپنے اوقات پر انجام دیتا ہے مگر آج ہمارے معاشرے میں قرآن

کی تلاوت کا کوئی وقت نہیں۔ آج جب کہ ہم نے اور آپ نے قرآن کو پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے معاملات میں اس سے ہدایت لینی بند کردی تو قرآن بھی ہم سے بے نیاز ہوگیا۔ صاحبِ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جب تم قرآن کی تلاوت ترک کردو گے تو قرآن اور قرآن کا نازل فرمانے والا تمہیں ٹھکرادے گا پھر تمہارے اندر آپس میں عداوتیں پیدا ہوجائیں گی تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا دشمن تم پر دلیر ہوجائے گا اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہماری پوری تاریخ قرونِ اولیٰ سے تاحال اس بات پر گواہ ہے کہ جب تک ہم نے قرآن کو مضبوطی سے پکڑا اللہ نے ہمیں سرفرازی عطا فرمائی لیکن جب ہم نے قرآن کے مقابلے میں دنیا کے بندے بن کر زندگی گزاری تو پھر دنیا نے ہمیں اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ یہ دینِ حق کی سچائی کی دلیل ہے کہ مسلمان اس وقت سرفراز ہوئے جب وہ اقامتِ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے اور اپنی زندگیوں کو دینِ برحق کے مطابق ڈھالتے رہے اور جب انہوں نے اس پر عمل ترک کردیا تو وہ اپنی سرفرازی کو کھو بیٹھے اور دشمنوں سے مغلوب ہوگئے اس کے مقابلے میں دوسرے ادیان والے اسی وقت پھلے پھولے جب انہوں نے اپنے مذہب سے اپنی عملی زندگی کو الگ کرلیا۔

اس وقت عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی کیفیت یہ ہے کہ تمام تر ایمانی دعووں کے باوجود انہوں نے قرآن اور صاحبِ قرآن سے اپنا رشتہ منقطع کرلیا ہے اب ہم اپنی زندگی کے کسی معاملے میں بھی قرآن سے ہدایت طلب نہیں کرتے حالانکہ وہ اسی لیے نازل کیا گیا ہے کہ ہم اس سے ہدایت طلب کریں ہماری معیشت، سیاست، معاشرتی اور اخلاقی زندگی، کاروبار، باہمی تعلقات اور روابط غرض سب کے سب قرآنی شاہ راہ سے انحراف کرچکے ہیں۔ ہم روز قرآن کو دیکھتے ہیں لیکن ہمارے دلوں میں اس بات کی کوئی ہمک کوئی اُمنگ نہیں اٹھتی کہ ہم اس سے یہ پوچھ لیں کہ زندگی کے فلاں معاملے تونے کیا کہا ہے، تیری ہدایت کیا ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔

اگر ہم قرآن کو واقعی اپنی سب سے بڑی ضرورت سمجھتے تو ہم قرآن کے قاری نظر آتے لیکن ہمارا احال تو یہ ہے کہ یہ پہلا اور بنیادی کام ہی نہیں کرتے نہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں اور نہ اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ پوری دنیا کا سروے کرکے دیکھ لیجیے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کل آبادی کا کتنا فیصد قرآن پڑھنا جانتا ہے۔ ہم دنیا بھر کا علم اپنے بچوں کو سکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس سے دنیا بنے گی لیکن قرآن نہیں سکھاتے جو ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے اور ہماری دنیا وآخرت کی نجات وسلامتی کا ضامن ہے۔ آج آپ کو ناول، افسانے، ڈرامے اور ڈائجسٹ پڑھنے والے مسلمان بے شمار نظر آئیں گے لیکن قرآن پڑھنے والے بہت کم دکھائی دیں گے حالاں کہ یہ وہ نسخۂ کیمیا ہے جو لفظ اقــــرأ (پڑھ) کے حکم سے نازل ہونا شروع ہوا خود صاحبِ قرآن نے واضح الفاظ میں فرمادیا ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں۔ اگر ہمیں قرآن کی ضرورت کا احساس ہے تو پھر روزانہ اس کا مطالعہ خود کیجیے اور روزانہ اپنے بچوں کو بھی اس کی طرف مائل کیجیے۔

ہم اور آپ خوب جانتے ہیں کہ قرآن صرف پڑھنے اور پڑھانے کے لیے ہی نازل نہیں کیا گیا ہے اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس سے ہدایت حاصل کریں اور اس کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالیں۔ یہ بات اس وقت پیدا ہوسکتی ہے جب قرآن ہم سمجھ کر پڑھیں اور ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ہمارے فائدے کے لیے ہے۔ قرآن کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ یہ ایک ضابطۂ حیات ہے اس پر عمل کرنے میں اگر دنیا کا خسارہ ہوتا ہے تو پرواہ نہیں اس کا اصل فائدہ آخرت میں ملے گا جو دنیا کی طرح عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پڑھنے اور پڑھ کر اس پر عمل کی نیک توفیق عطا فرمائے آمین۔

از: **محمد سراج الدین نوری نعیمی**
امام غوثیہ نوری بڑی مسجد برکت کالونی سوینہ اودے پور، راجستھان

☆☆☆

ذمہ دارانِ مدارس کی اخلاقی بدحالی

جب سے حکومت نے مدارس کو منظوری دینی شروع کردی ہے اس کے بعد ہی سے مدارس کی حالت دن بدن ابتر ہوتی چلی جارہی ہے۔ مدارسِ اسلامیہ کے اخلاقی اور تعلیمی اعتبار سے انحطاط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مدارس میں اساتذہ کی تقرری ان کی صلاحیت ولیاقت کے مدنظر نہیں ہوتی بلکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ رشوت کون سب سے زیادہ دینے کے لائق ہے۔ جو استاذ مالی اعتبار سے مستحکم ہوتا ہے

اگر چہ تعلیمی لیاقت میں زیرو ہو اس کی تقرری کرنے میں جلد بازی دکھائی جاتی ہے اور جو اچھی صلاحیت واخلاق کے مالک ہوتے ہیں وہ بے چارے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔اور پھر تقرری کے بعد اساتذہ مطمئن ہوجاتے ہیں کہ اب انہیں کوئی ٹس سے مس نہیں کرسکتا چاہے وہ تعلیمی معیار کو برقرار رکھیں یا صرف خانہ پری کر کے رخصت ہوجایا کریں اور پھر یہیں سے بے پناہ اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ایک استاذ دوسرے استاذ کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتا ہے اور عیب جوئی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہوتا۔جس کا اثر دیگر شریف النفس اساتذہ کے علاوہ طلبہ کی زندگی پر بھی پڑتا ہے۔ایک استاذ طالب علم کا آئیڈیل ہوتا ہے۔ایک طالب علم جب گھر کے تنگ وتاریک ماحول سے نکلتا ہے اور مدرسے کا رخ کرتا ہے تو اسے سب سے پہلے مدرسے میں استاذوں سے رابطہ پڑتا ہے اور اس کے بعد اچھے یا برے اخلاق کا اثر براہ راست طلبہ کی زندگی پر پڑتا ہے۔اس لیے مدارس کے اساتذہ کو باخلاق، ملنسار اور پیکرِ رفعت ومحبت ہونا چاہیے۔میں نے مدارس کی جن خامیوں کا تذکرہ کیا ہے یہ اکثر مدارس کے احوال کے پیش نظر کیا ہے حالانکہ ابھی بھی ایسے مدارس ہیں جن کے دامن ان عیوب ونقائص سے پاک ہیں اور ان کے اکثر اساتذہ بھی اخلاقی وتعلیمی اعتبار سے لائقِ تعریف ہیں۔

مدارس اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ ہی مستقبل میں قوم وملت کے رہبر ورہنما ہیں اس لیے اساتذۂ مدارس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت پر بھی خاصی توجہ دیں اور انہیں اعلیٰ اخلاق وکردار کا حامل بنانے میں پوری قوت صرف کریں اس لیے کہ تبلیغ اسلام اور دعوت دین کے لیے جہاں علم کی ضرورت ہے وہیں پر عمدہ اخلاق وکردار کی بھی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

از: **امتیاز احمد مصباحی**، المجمع الاسلامی مبارک پور

☆☆☆

ملعون پادری کا قرآنِ پاک جلانا انتہائی بدبختانہ عمل ہے

پچھلے دنوں ایک ملعون امریکی پادری نے قرآنِ پاک کی بے حرمتی کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کو زبردست ذہنی اذیت پہنچائی مگر جس مقصد کے لیے اس نے یہ اہانت آمیز قدم اٹھایا تھا اس میں اسے کامیابی نہ ملی۔اس نے یہ سوچا ہوگا کہ میرے اس اقدام سے پوری دنیا کے مسلمان مشتعل ہوجائیں گے اور احتجاج ومظاہرہ کریں گے مگر اب مسلمان بہت حد تک باشعور ہوچکا ہے اس نے پرامن طور پر اپنا احتجاج درج کرایا اور اسلام دشمن طاقتوں کو یہ باور کرادیا کہ قرآن مقدس کی توہین کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ مقدس کلام ہے جس سے مسلمانوں کا ایمانی رشتہ وابستہ ہے۔اس ملعون پادری کی طرح چاہے جتنے بھی لوگ ہوں قرآن مقدس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس کی حفاظت کا ذمہ خود خالقِ کائنات نے لیا ہے یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے مگر قرآنِ کریم میں ایک حرف بلکہ ایک نقطے کی بھی تحریف وتبدیلی نہیں ہوسکی ہے۔قرآنِ کریم آج دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے سینے میں محفوظ ہے جسے کسی طور پر بھی مٹایا نہیں جاسکتا مگر آج باطل طاقتیں بالخصوص مغربی ممالک اسلام کی بڑھتی مقبولیت سے اس قدر گھبرائی ہوئی ہیں کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے وہ طرح طرح کے حربے آزما رہی ہیں۔امریکی پادری ٹیری جونس کے ذریعے کیا جانے والا قرآن سوزی کا عمل اسی کا شاخسانہ ہے۔یہ بہت بدبختانہ عمل ہے جسے کسی بھی طور پر معاف نہیں کیا جاسکتا۔ہمارا ایمان ہے کہ اس ملعون وبدبخت پادری ٹیری جونس کو اس کے اس کرتوت کی عبرت ناک سزا اسی دنیا میں ضرور ملے گی اور اس کے ہم نواؤں اور ہم خیالوں کو بھی دردناک سزا سے گزرنا پڑے گا۔

دراصل یہ ساری بدتمیزیاں مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لیے کی جاتی ہیں تاکہ اس کی بنیاد پر یہ ثابت کیا جاسکے کہ مسلمان دہشت گرد اور فتنہ وفساد کا خوگر ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے دلدوز حادثوں سے مشتعل نہ ہوا کریں بلکہ صبر وتحمل سے اور مثبت انداز میں اپنا احتجاج عالمی سطح پر درج کرانے کی بھرپور کوشش کریں۔ساتھ ہی اس بات کا عہد کریں کہ ہم قرآن کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلیں گے۔اس طرح کے واقعات کو ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ بھی کہا جا سکتا ہے۔پادری کی اس غلیظ حرکت پر مسلم ممالک کے سربراہوں کی خاموشی بھی نہایت مجرمانہ اور قابلِ مذمت ہے۔رب تعالیٰ ان گونگے، بہرے اور اندھے سربراہوں کو حق بولنے اور حق کی حمایت وتائید کی توفیق بخشے اور مغرب کی غلامی سے نجات عطا فرمائے۔آمین

از: **جیلانی مظہر** کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

منظومات

از:ادارہ

التجائیہ

اے خدا عشرت دوامی دے
اپنے محبوب کی غلامی دے

میرے بھی لفظ محترم ہو جائیں
ذوقِ رومی دے فکرِ جامی دے

آنکھ کو خاکِ پائے مصطفوی
ہونٹ کو نغمۂ سلامی دے

دل سے ہونٹوں پہ جب درود آئے
تو مجھے جذبۂ قیامی دے

رکھ غلام اپنے خاص بندوں کا
ساتھ ہی خدمتِ عوامی دے

مظہرِ ذاتِ کبریا کے لیے
فکر کو مدحتِ گرامی دے

اوراسی مدحت نبی کے طفیل
اپنے بیکلؔ کو خوش کلامی دے

پدم شری حضرت بیکلؔ اتساہی
بلرام پور، یوپی۔

حمد باری تعالیٰ

پاک تیری ذات ہے خالقِ کون ومکاں
بن گئے کن سے فقط سارے زمین وآسماں
شمس کو تونے تپش دی چاند کو دی چاندنی
جگمگاتے ان ستاروں کو عطا کی روشنی
رات کو تاریک دن کو باضیا تونے کیا
شام کو رنگیں سحر کو جاں فزا تونے کیا
ان پہاڑوں کی بلندی آج تیرے دم سے ہے
اور دریا کی روانی آج تیرے دم سے ہے
وادیوں کو حسن دے کر رنگ پھولوں میں بھرا
شبنمی بوندوں سے بخشی تونے کلیوں میں جِلا
سوز پروانے کو تونے ساز بلبل کو دیا
روشنی جگنو کو بخشی گیت کوئل کو دیا
باوجود اس کے یہ تھی دنیا تری سونی مگر
پھر اطاعت کے لیے پیدا کیے جن وبشر
رہنمائی کے لیے مبعوث پیغمبر کیے
کچھ صحیفے اور کتب نازل رسولوں پر کیے
تیری مرضی کے بنا ہوتی نہیں ہے کوئی بات
تیری قدرت ہر جگہ قبضے میں پوری کائنات
تو اگر چاہے تو ذرے کو بنادے آفتاب
اک نظر کردے ذرا ہوجائے یاورؔ کامیاب

یاورؔ مظفر پوری

مدحت سرکار

تخلیقِ نعت میں جو رواں میرا قلم ہے
یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے

روشن ہے مرے دل کا نگر جس کی ضیا سے
سینے میں مرے نامِ نبی جب سے رقم ہے

کرتا ہوں سدا گنبدِ خضرا کا نظارا
آنکھوں میں مری شام وسحر بابِ حرم ہے

جس خاک پہ آقا نے قدم اپنے رکھے تھے
ہر ذرہ وہاں ہمسرِ مہتاب ونجم ہے

میں اپنے گناہوں پہ پشیمان ہوں آقا
لب پر ہے نوا اورمری آنکھ بھی نم ہے

عاجز ہے زباں اپنی سعیدؔ ان کی ثنا سے
توصیف رقم جتنی کروں پھر بھی وہ کم ہے

سعیدؔ رحمانی (ایڈیٹر ادبی محاذ، اڑیسہ)

رباعی

ہر شے ہے مدینے کی بہت ہی اچھی
حتیٰ کہ شفا کے لیے مٹی اچھی
کچھ ایسے ہی کسریٰ کی شہنشاہی سے
سرکارِ مدینہ کی غلامی اچھی

صابرؔ سنبھلی، دیپا سرائے سنبھل مراد آباد

ماہنامہ سنی دعوت اسلامی

سنی دعوتِ اسلامی ۔۔۔ قدسی بھرتے ہیں حامی
تُو اک ایسا رسالہ ہے ۔۔۔ دل میں تجھ سے اُجالا ہے
تیرے دل میں شوق بھی ہے ۔۔۔ خدمتِ دیں کا ذوق بھی ہے
دم ہے تو دمساز ہے تو ۔۔۔ جینے کا انداز ہے تو
تیری رحمت عام ہوئی ۔۔۔ صبح سے دیکھو شام ہوئی
کہر تھی دل پر چھائی ہوئی ۔۔۔ دھوپ ہے تیری لائی ہوئی
رونقِ دل دیہات میں ہے ۔۔۔ شہروں کے حالات میں ہے
تیری ضرورت سب کو ہے ۔۔۔ ارماں ذوقِ طلب کو ہے
تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔۔۔ تیری نظر طیبہ تک ہے
زخمِ جگر کا مرہم ہے ۔۔۔ تو ہے تو دل کو کیا غم ہے
پڑھتے پڑھتے سوجائیں ۔۔۔ نامِ نبی میں کھو جائیں
قلب وجگر کی راحت ہے ۔۔۔ تو اخلاص کی دولت ہے
حضرت شاکر نوری کا ۔۔۔ رنج نہیں کچھ دوری کا
دل کے پاس میں رہتے ہیں ۔۔۔ وہ احساس میں رہتے ہیں
ان کی کارگزاری کا ۔۔۔ شہرہ ہے دلداری کا
واصفِ شاہ بحروبر ۔۔۔ حسن نگاہِ لطف قمرؔ
سورج بن کے چمکے ہیں ۔۔۔ سب گن ان کے قلم کے ہیں
شفق دھنک ہے ساون کی ۔۔۔ پاہے توفیق احسن کی
ایڈیٹر صاحب کو سلام ۔۔۔ ہر کاوش ہے ماہ تمام
مظہر صاحب خوب رہے ۔۔۔ کلیوں کے محبوب رہے
رنگ خوشی کے گگن کا ہے ۔۔۔ روپ عجیب چمن کا ہے
سرِ ورق اک گلشن ہے ۔۔۔ حسنِ نظر کا درپن ہے
نازاںؔ خامہ فرسائی ۔۔۔ نور کی ہے بدلی چھائی

نازاںؔ فیضی گیاوی، گیا، بہار

تحریک سنی دعوت اسلامی کی آواز گھر گھر پہنچائیں، اس کے لیے ماہنامہ سنی دعوت اسلامی کے ممبر بنیں اور دوست واحباب کو بھی ممبر بنائیں۔ (ادارہ)

پیشکش: محمد عبداللہ اعظمی نجمی

انعامی مقابلہ نمبر (۵)

سوالات:

(۱) قرآن میں تین قسم کے کون سے پڑوسیوں کا ذکر ہے؟ (۲) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کتنے سال تبلیغ اور کتنے سال تدریس فرمائی؟ (۳) اعلیٰ حضرت کے بارے میں ''وہ بھارت کی شان ہیں'' کس غیر مسلم دانش ورنے کہا ہے؟ (۴) کس صحابیہ کا لقب ذات النطاقین تھا؟ (۵) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کتنی احادیث روایت کی ہیں؟ (۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال کس سن ہجری میں ہوا؟ (۷) حدیث ''ناپ تول کے مت خرچ کرو'' حدیث کی کس کتاب کے کون سے باب میں ہے؟ (۸) کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا صحیح ہے؟

انعامی مقابلہ نمبر (۳) کے صحیح جوابات:

(۱) عبیداللہ ابن جحش کے نکاح میں (۲) بعد زفاف (۳) توبہ کی تین شرطیں ہیں، مخالفت پر اظہار ندامت وافسوس کرے، ترک حالت میں ذلت محسوس کرے، دوبارہ گناہ نہ کرے (۴) چار وقتوں میں، اذان کے بعد، فرض نماز کے بعد، قرآن پاک کی تلاوت کے بعد، عصر اور مغرب کے درمیان (۵) یوم جمہوریہ (۶) ۲۵ر صفر المظفر (۷) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۸) قائد جنگ آزادی ہونے کی وجہ سے۔

انعامات:

پہلا انعام : عبدالعتیق انصاری اچل پور، امراوتی، مہاراشٹر۔
دوسرا انعام : کاملی محمد جنید رفیق احمد، اسلام پورہ مالیگاؤں، ناسک۔
تیسرا انعام : سید نثار علی، امرت نگر، ممبرا تھانے۔

۸ر صحیح جوابات دینے والوں کے نام: انصاری صالحہ بانو (قریش نگر کرلا) عائشہ عبدالقیوم قادری (ایرانی واڑی گوریگاؤں) محمد عظمت اللہ (جامعہ غوثیہ ممبئی۳) محمد نوشاد (جامعہ غوثیہ ممبئی۳) محمد عمران (جامعہ غوثیہ ممبئی۳) محمد جمیل اختر (جامعہ غوثیہ ممبئی۳) جویریہ فاطمہ (امرت نگر ممبرا) محمد صالح سجاد احمد (مالیگاؤں) عبداللہ نوری (رائچور کرناٹک) شاہت فاطمہ (امرت نگر ممبرا) صوفیہ نوری (کوسہ ممبرا) صبر النساء یونس قادری (ممبرا) نازیہ شمیمہ (شری لنکا ممبرا) قریشی حنا ممبرا) نور جہاں (امرت نگر ممبرا) سید رئیسہ برکاتی (امرت نگر ممبرا) فیضان رضا (مالیگاؤں) انصاری زاہد (نیا اسلام پورہ مالیگاؤں)

۷ر صحیح جوابات دینے والوں کے نام: محمد رفیق (میرا روڈ) قمر جہاں سراج الحسن (گھاٹ کوپر) مریم خورشید (گھاٹ کوپر) سیدہ بشریٰ ناز (رائچور کرناٹک) محمد نظام الدین عبدالغنی (باگل کوٹ کرناٹک) فرحین سلطانہ (گلبرگہ) محمد منصور احمد (ایرانی واڑی گوریگاؤں) محمد ندیم حاجی عبدالغفور (مومن پورہ مکرانہ) تبسم عبدالسلام (رائچور کرناٹک) محمد تنویر رضا برکاتی (برہان پور، ایم، پی۔)

۵ر صحیح جوابات دینے والوں کے نام: آفرین بنت نواب پٹیل (قریش نگر کرلا) محمد سراج الدین نوری (اودے پور راجستھان) محمد مسیّب رضا (اسلام پورہ مالیگاؤں) شاہین بیگم رضوی (رائچور کرناٹک)

ہدایات

☆ شرائط کا اطلاق ہوگا۔
☆ جوابات ۲۰ر مئی سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہوجانے چاہئیں۔

کوپن انعامی مقابلہ نمبر (٤)

نام:..................عمر:..................
مشغلہ:..................پتہ:..................
..................پن کوڈ:..................

ماہنامہ سنی دعوت اسلامی میں مندرجہ ذیل کالمز کے تحت مقالات شائع کیے جائیں گے۔

(۱) **پیغام** ہر ماہ امیر سنی دعوت اسلامی کی جانب سے کوئی مختصر پیغام۔

(۲) **اداریہ** عصری تناظر میں حساس موضوع پر۔

(۳) **نور مبین** قرآن وسنت کے دعوتی وتذکیری منہاج پر مضامین۔

(۴) **استفسارات** قرآن وحدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں قارئین کے سوالات کے اطمینان بخش جوابات۔

(۵) **انوارِ سیرت** رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی حیات وخدمات پر مضامین۔

(۶) **تزکیہ** اصلاحی وتزکیاتی پہلو پر مضامین۔

(۷) **دعوت دین** تبلیغ کیسے ہو اس کے متعلق کسی بھی طرح کا مضمون۔

(۸) **داعیان اسلام** اسلام کے کسی بھی عظیم داعی کی حیات وخدمات کا تعارف۔

(۹) **رضویات** افکار امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات ومضامین

(۱۰) **روزن** اہل علم اور دانش وروں کی کتابوں سے مضامین یا اقتباسات جو دعوت وتبلیغ اور اصلاح سے متعلق ہوں۔

(۱۱) **دعوت عام** کسی بھی عنوان پر مفید مضمون

(۱۲) **عظیم مائیں** ان خواتین کا تذکرہ جنہوں نے اشاعت اسلام میں اپنی خدمات پیش کیں۔

(۱۳) **بزم اطفال** بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر ان کی تعلیم وتربیت پر مشتمل مختصر مضامین، واقعات وحکایات وغیرہ

(۱۴) **سخن فہمی** کتابوں خصوصاً دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتذکیہ سے متعلق کتابوں کا تعارف وخلاصہ یا تبصرہ وجائزہ

(۱۵) **پیش رفت** ملک وبیرون ملک ہونے والی سنی دعوت اسلامی ودیگر اداروں کی دعوتی، اصلاحی، تعلیمی اور فلاحی سرگرمیاں۔

(۱۶) **دعوت نامے** قارئین کے خطوط وتاثرات۔

(۱۷) **منظومات** حمد، نعت ومنقبت وغیرہ

(۱۸) **انعامی مقابلہ** قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور تاریخ پر مشتمل سوالات

اہل قلم حضرات سے

☆ مضمون صاف اور خوشخط، کاغذ کے ایک طرف اور اگر ممکن ہو تو کمپوز کرانے اور نظر ثانی کے بعد بھیجیں۔ ☆ مضمون کے حوالے میں محولہ کتاب، اس کی جلد اور صفحات وغیرہ سے متعلق مکمل اطمینان ضروری ہے۔ ان چیزوں کے لکھنے میں صفائی تحریر کا خاص خیال رکھیں۔ ☆ دینی، علمی دعوتی اور اصلاحی موضوعات پر مضامین قلم بند کریں۔ اختلافی موضوع پر لکھتے وقت شائستگی اسلوب اور متانت تحریر کا خیال رکھیں۔ ☆ شخصیات اسلام پر لکھتے وقت دعوتی واصلاحی پہلو کو اجاگر کریں۔ ☆ جو مضمون یہاں بھیجیں اسے کسی اور جگہ برائے اشاعت ارسال نہ کریں۔ نہ ہی مطبوعہ مضمون بھیجیں، استثنائی صورتوں میں اگر ایسا کریں تو وضاحت ضرور کردیں۔ (ادارہ)